الحق یعلو ولا یعلیٰ

الحمد للہ والمنۃ کہ دریں عہد معدلت مہد بسعی کارپردازان باہمت رسالہ الموسوم

سنہ ۱۹۰۹ء



سنہ ۱۳۲۷ھ

من تصنیفات منشی سعید الملک فاضل جلیل السید سجاد حسین صاحب مصنف رسالہ سجادیہ

نول کشور گیس پرنٹنگ ورکس لاہور میں چھپا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً

امّا بعد حقیر پُر تقصیر سجاد حسین ابن خلد آشیان سیّد محمد حسین مرحوم متوطن بہڑہ سادات واقعہ سادات باہرہ ضلع مظفر نگر عرض کرتا ہے کہ یہ ناچیز ماہ جنوری ۱۹۰۸ء بہ مقام شاہ آباد متعلق دارالسرور ریاست رامپور وارد ہو کر ایک ذیعزت صاحب کے مکان پر جو کہ ہمرکاب سعادت انتساب فرمانروائے رام پور خلد اللہ ملکہ مقام مذکورہ پر تشریف رکھتے تھے مقیم ہوا ایک روز موصوف القدر نے مکان کو تخلیہ کر کے نحیف سے ارشاد فرمایا کہ بمقتضائے انصاف درباب تحقیق مذہب ہمکو پورا انہماک ہے ۔ ہم نہ شیعہ کے طرفدار ہیں نہ سنیوں کے مددگار صرف امر حق کے جس سے مفاد آخرت ہو طلبگار رہیں ۔ بعض باتوں کو ہم حضرات شیعہ کی مکروہ سمجھتے ہیں اور بعض باتیں سنیوں کی ناپسند معلوم ہوتی ہیں مقدم الوصف نے اُن معاملات کو جو کہ اہل سنت کے اُنکو بُرے معلوم ہوتے ہیں بیان نفرمایا صرف وہی باتیں بطور سوالات ارشاد فرمائیں جو کہ اُن کے توسن خیال کو مذہب شیعہ کی طرف عنان توجہ پھرانے سے روکتی ہیں چونکہ میں حالت سفر میں ہوں اور اسجگہ کوئی ذخیرہ کتب وغیرہ کا نہیں ہے لہذا برسبیل استعجال جو کچھ ذہن ناقص میں آیا حوالہ قلم کیا گیا ۔ خدا سے امید رکھتا ہوں کہ ذی فہم سائل بعد ملاحظہ جواب بہر ومسلک صحیح ہو جائینگے چونکہ حضرت ممدوح نے بعض مصالح دنیاوی سے

اپنے نام کا اظہار نامناسب سمجھ کر مجھکو حکم بہ پردہ داری فرمایا لہذا اُس کے ظاہر کرنے پر معذور ہوں بہ نظر شان کلام و منشاء مضامین ان اوراق کا نام مشعل ہدایت معروف بہ جواب رامپوری رکھا گیا۔ وما توفیقی الا باللہ وھو حسبنا

فرد سوالات جو کہ پیش کئے گئے تھے

(۱) جناب سرور کونینؐ نے حضرات خلفاء ثلثہ کے اُن حالات کو جو کہ بزعم شیعہ اُن سے خلاف مرضی خدا و رسولؐ ظہور لائے علی الاعلان کیوں نہ بیان فرمایا تاکہ خلایق معلوم کر کے دھوکہ میں نہ پڑتی اور اسلام ویلے مخالفت سے محفوظ رہتا اگر بقول شیعہ ثلاثہ بدراہ کنندہ خلایق تھے اور نبی بعلم نبوت آگاہ تھے اور پھر خاموشی اختیار کی تو معلوم ہوا کہ اِن تمام مفاسد کی بنیاد حسب عقیدہ شیعہ فعل نبی سے قایم ہوئی۔

(۲) ہرگاہ بروئے مذہب شیعہ امامت داخل اصول ہے اور مثل وحدانیت و نبوت اُسپر اعتقاد کرنا لازمی اور ضروری ہے اور بصورت انکار امامت خارج از دایرہ مومنیت ہونا پڑتا ہے تو ایسی لابدی چیز کا قرآن میں کیوں نہ ذکر ہوا۔ اگر بہ عنوان واضح امامت مندرج قرآن ہوتی تو یہ اختلاف امت جو کہ منجر بہ مفاسد گوناگوں ہو رہا ہے نہوتا۔

(۳) آنحضرتؐ نے جناب امیر کو بہ الفاظ ظاہر اپنے بعد خلیفہ کیوں نہ بتلایا اور یہ کیوں نہ کہا کہ یہ لوگ تمردی سے اُنکی خلافت کو تسلیم نہ کریں گے اگر حضرت صاف لفظوں میں کہہ جاتے تو منکر خلافت بلا فصل کے ناہنجار سمجھنے میں کوئی واہمہ نہ رہتا۔

(۴) جبکہ بقول شیعہ خلفاء ثلثہ بدراہ کنندہ خلایق تھے تو آنحضرت نے اُنکو اپنے پاس سے علحدہ کیوں نکیا اور ایسے لوگوں سے رشتہ و قرابت کا سلسلہ کیوں ڈالا جس پر گہری نظر ڈالنے سے سخت پیچیدگی لاحق ہوتی ہے اور بضرور حضرات ثلثہ کے ذیحق اور صاحب مرتبہ ہونیکا یقین پیدا ہوتا ہے

(۵) جبکہ ازواج رسول اکرم اُمّ المومنین بحکم قرآن ہیں تو باین لحاظ وہ جناب سیدہ و حسنینؑ کی [illegible]

پائیں ہوئیں اندریں صورت اُن کی خدمت میں یہ گستاخی کیوں کی جاتی ہے جو شیعہ کرتے ہیں
(۶) ہرگاہ حضرت امیر علیہ السلام شیخین کرام کو متصرف امر ناجائز جانتے ہیں تو اُن کے ہاتھ پر بیعت کیوں کی جس سے اسلام میں اشتباہ عظیم پیدا ہو گیا۔

(۷) بوقت مشورہ طلبی حضرت علیؑ نے خلفاء کو ایسی کیوں رائے دی کہ جس سے اُن کو امر مشورہ طلب میں کامیابی ہوئی اگر حسب اعتقاد شیعہ حضرت امیرؑ اُن کو متصرف امر جائز جانتے تھے تو ایسی کج رائے دیتے کہ جس سے اقتدار خلافت برباد ہو جاتا۔

(۸) حضرت علیؑ نے بزور ذوالفقار ثلاثہ کا قلع قمع کیوں نہ کر دیا اگر یہ لوگ ہلاک ہو جاتے تو دنیا مفاسد سے پاک ہو جاتی اور کوئی فتنہ باقی نہ رہتا۔ حضرت علیؑ کی خاموشی سے واضح ہوتا ہے کہ اُنھوں نے مفسدوں کی بیخ کنی میں غفلت کی

تنبیہہ

سوالات ہشتگانہ مندرجہ بالا کی جو عبارت ہے یہ سائل صاحب کی نہیں بلکہ اُن کے بیان کو حقیر نے ترتیب دیا ہے۔ چنانچہ بعد تہذیب کلام ممدوح الوصف کو دکھلا کر عرض کیا کہ دیکھ لیجئے آپ کے بیان کو کس عنوان شائستہ سے مرتب کیا گیا ہے موصوف الصدر نے بعد ملاحظہ غایت انصاف سے فرمایا کہ ہم اس طرح لکھنے یا بیان کرنے پر قادر نہ تھے جس طرح ہمارے منشاء کو قید قلم میں لایا گیا ہے۔ دیگر اہل انصاف معائنہ فرما کر خود فیصلہ کر لیں گے کہ اُن کی جانب سے کس مضبوطی کے ساتھ سوالات قائم کئے گئے ہیں۔ غالباً اگر کوئی مضمون نگار سنی بھی لکھنا چاہے گا تو شاید اس سے واضح اور بہتر نہ لکھ سکیگا۔

بہ نظر آگاہی عامۃ الناس میں وہ الفاظ بجنسہ نقل کئے دیتا ہوں جو کہ قابل سائل کی زبان دُرفشاں سے برآمد ہوئے تھے اور میں نے اُنکو درست کر کے اُن کی جانب سے لکھا ہے دیکھنے والے میری ایمانداری کا اندازہ فرمائیں گے۔ کہ مہمل اور کج مج لفظوں کو کس عنوان شائستہ سے سمجھایا ہے۔

عبارت سوال اوّل بیان کردہ سائل

(۱) رسول پاک نے ثلاثہ کی اصلی حالت کیوں نہ بیان فرمائی

(۲) کیوں قرآن شریف میں اصل خاص کو باوجود اس شدومد ہونے کے خداوند عالم نے مثل اصول اربعہ ظاہر نہیں فرمایا

(۳) رسول اکرام صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے باوجود برباد کرنے دین کے کیوں نہ ظاہراً علی مرتضیٰ کو الفاظ ظاہر اور واضح سے اپنا خلیفہ بنایا اور اسکو ظاہر نہیں کیا کہ بعد میرے علیؑ کو خلیفہ ہونے دیں گے اور ان کا حق غضب کریں گے۔

(۴) باوجود اس حالت کے کیوں اُنکو اپنے پاس رکھا اور کیوں اون سے رشتہ داریاں کیں

(۵) جب رسول اکرم کی ازواج تمام مومنین کی مائیں ہیں اسیطرح حضرت فاطمہؑ حضرت علیؑ کی مومئیں اُن کی نسبت ایسے الفاظ کیوں بولے جاتے ہیں۔

(۶) حضرت علی نے خلیفونکو اچھی باتیں کیوں بتائیں۔

(۷) ایسے بُرے آدمیوں کی بیعت کیوں کی

(۸) وہ تو بہادر تھے اگر اُن کا حق لیا گیا تھا تو لڑے کیوں نہیں تھے۔

قبل ازیں کہ مخاطب ذی عزت کے سوالات کا جواب دیا جائے بنظر آگاہی عامۃ الناس کچھ حال عرض کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ حضرات سنی و شیعہ میں قدیم الایام دربارۂ حضرات ثلاثہ کرام گفتگو عظیم چلی آتی ہے۔ بدانست حقیر کوئی امر ایسا نہیں ہے جو کہ منجانب شیعہ پیش ہو کر محتاج جواب رہا ہو مگر افسوس ہے کہ حضرات اہل سنت اُن کتابوں کو جو کہ شیعہ نے اُن کی کتب کے رد و ابطال میں حوالہ قلم فرمائی ہیں ملاحظہ نہیں فرماتے۔ بار بار برنگ تازہ انہیں مطالب مردودہ و مفقودہ کو پیش فرما کر طالب جواب ہوتے ہیں۔ تحفہ اثنا عشری مولفہ جناب شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی ہندوستانی سنیوں کی نگاہ میں ایسا عظیم القدر ہے کہ ہر شخص اُسکے مولف کو رحمۃ اللہ علیہ لکھکر مضامین مندرجہ تحفہ کو انتہا کا قابل وثوق و یا اعتبار سمجھ کر قطعاً بیخ کن شیعہ جانتا ہے۔ علی ہذا

منتہی الکلام وآیات بینات وہدیۃ الشیعہ ونصیحۃ الشیعہ وغیرہا کو معتمد جانکر لوں اور انانیت بجا کر کے خود غرہ کناں ہے کہ ہمارے مذہب کے علماء نے بہ مقابلہ شیعہ ایسی ایسی کتابیں لکھی ہیں کہ جن کے مثل کیا ممکن ہونا محال ہے حقیر نے رسالہ لقنو بر غالب ومغلوب مولفہ خود میں اُن جوابوں کے نام جو کہ بردّ تحفہ وغیرہ لکھے گئے ہیں بہ صراحت تمام تر لکھدئے ہیں بلکہ جناب مستطاب معلی القاب السید محمدی حسین صاحب رئیس لکڑولی واقعہ سادات بارہ ضلع مظفر نگر نے اسی رسالہ پر اعلان کر دیا ہے کہ جو صاحب علمائے سنیہ سے عدم جوابدہی اجوبہ تحفہ وغیرہ کا بار گراں اپنے سر سے اٹھائیں گے مبلغ پچیس۲۵ ہزار روپیہ انعام پائیں گے مگر افسوس ہے کہ آجتک باوصف وعدۂ انعام کثیر کسی عالم اہل سنت کو جوش سنیت نہ آیا۔ اہل عقل غور فرمائیں کہ حضرات سنت وجماعت باہر طاقت ہیں باعتبار کثرت وجمعیت شیعہ سے فرسخوں بلکہ منزلوں بڑھے ہوئے ہیں۔ مگر تاحال باوجود کوشش ممکن نہوا کہ یہ لوہ گراں ہٹا دیتے۔ ہر عاقل یہ بات دیکھ کر انصاف کر سکتا ہے کہ جب سنی صاحب اپنی کتابوں کے رد کا جواب الجواب نہیں لکھ سکتے تو وہ کیا اقتدار رکھتے ہیں یہ زمانہ سنیوں کے لئے کسی طرح اجازت نہیں دیتا کہ شیعہ کے سامنے مُنھ اُٹھا کر درباب مذہب کوئی گفتگو کریں نہ یہ کہ انھیں مضامین کو جو کہ صدہا مرتبہ زیربحث آکر درج کتب ہو چکے ہیں۔ بہ رنگ تازہ الفاظ متنوعہ بیان فرما کر بہ نظر جہلاء بایں عنوان اپنا اقتدار دکھلائیں کہ اس مسئلہ کی بابت پہلے کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔ ذی عزت مخاطب نے جو سوالات کئے ہیں وہ کوئی نئے نہیں ہیں بلکہ وہی قدیمی توہمات ہیں جو کہ منجانب سنیہ کتب مباحثہ میں پیش ہو کر مکرّات ومرّات دفتر شیعہ سے عزت جواب پا چکے ہیں۔ ممکن تھا کہ میں تحریر جواب کی زحمت نہ اُٹھاتا صرف یہ لکھدیتا کہ اس سوال کا جواب فلاں جگہ ہے اور اسکا وہاں۔ مگر چونکہ اپنے ذی عزت ومحترم مخاطب کا مجکو پاس خاطر ازبس ہے۔ لہذا ہر سوال کا جواب انشاء اللہ ایسے واضح طریقہ سے پیش کرتا ہوں کہ جناب سائل کا قلب انصاف پسند میری تحریر کی صداقت کے لئے آمادہ ہو جائے اور عجب نہیں کہ انکو باغیچہ مذہب شیعہ کی سیر وگشت کے لئے دامن کشاں لے آئے۔

سوال اوّل

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ نے حضرات ثلاثہ کے اُن حالات کو جو کہ بزعم شیعہ اُن سے
خلاف رضیٔ خدا و رسول روئے ظہور لانے والے تھے علی الاعلان کیوں نہ بیان فرما دیا تا کہ
خلایق معلوم کر کے دھوکہ میں نہ پڑتے اور اسلام و بائے مخالفت سے محفوظ رہتا اگر بقول شیعہ
صحابۂ ثلاثہ بد راہ کنندۂ خلایق تھے اور نبی بعلم نبوت اُس سے آگاہ تھے اور با این ہمہ خاموشی
اختیار کی تو معلوم ہوا کہ ان تمام مفاسد کی بنیاد حسب عقیدہ شیعہ فعل نبی سے قایم ہوئی

جواب سوال اوّل

تمام تقریر مخاطب کا نتیجہ یہ ہوا کہ اگر ثلاثہ فی الواقع بہ لباس مسلمانی بیخ اسلام کے اکھاڑنے والے تھے
تو نبی کسی منادی بلند آواز سے بہ آواز دہل اسکو مشتہر کرا دیتے تا کہ تمام لوگ مطلع ہو کر اُن سے تنفر اختیار
کرتے اور در باب ثلاثہ نبی کا صریحی حکم دیکھ کر اُن کو خلیفۂ حق نہ جانتے مخاطب ماشاء اللہ اہل فضل
وکمال و ارباب دانش و فطانت سے ہیں مگر افسوس یہ ہے کہ وہ ہر چیز کو اسی وقت قابل یقین
سمجھتے ہیں جبکہ اُن کے سامنے تصویر بنکر کھڑی ہو جاسئے لہٰذا اُن سے ملتمس ہوں کہ خدائے
علیم سے باوصف علم و دانائی یہ کیا فعل روئے ظہور لایا کہ اپنی ذات اقدس کو ایسا چھپایا کہ آج
تک کسی نے سوائے اتے پتے کے دوربین سے بھی نشان نہ پایا۔ حسب مذاق حضرت مخاطب لازم تھا
کہ تمام سطح ارضی پر کم از کم سو پچاس برس میں ایک مرتبہ ضرور دورہ کر لیا کرتا تا کہ خلایق جان لیتی
کہ خدا اپنی رعایا کی بہت بیداری سے نگرانی فرماتا ہے۔ دو چار کو اعمال بد کی سزا میں دوزخ
میں ڈال جاتے اسیطرح نیکو کاروں کو بصلۂ اطاعت جزا دیدی جاتی۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ خلقت گناہ سے
پرہیز اور اعمال حسنہ سے مذاق دل آویز پیدا کرتی یہ بے تعداد آدمی جو آج صفحۂ دنیا پر وجود
باری سے منکر ہو کر رہبر و غیرہ بدکیشی ہو رہے ہیں کیوں ہوتے۔ اہل اسلام سیاحت ظاہری
سے مطمئن ہو کر جوش سیہ کاری میں شبانہ روز شاغل و شامل ہیں ہرگز نہ ہوتے۔ نعمات
جنّت و عقوبات دوزخ کا معائنہ کرا دیا جاتا تا کہ خلقت خائف ہو کر عبادات و حسنات سے

دلچسپی پیدا کرتے اسوقت ہر اُس شخص کے دل میں جسکو بظاہر خوش عمل کہا جاتا ہے۔ اگر واقعاً دیکھا جاتا ہے تو قہار و جبار کی اتنی ہیبت بھی نہیں جتنی بعض موقعہ پر گانوں کے چوکیدار یا پولیس کے کانسٹبل کی ہوا کرتی ہے۔ شیطان کو جس سے سوائے ضلالت اور تمرّد اور کوئی فائدہ نہیں ہوا کیوں پیدا کیا۔ اگر بغرض امتحان خلایق اُسکا پیدا کرنا اور ہمیشہ کے لئے باقی رکھنا مقصود باری تھا تو چشم خلایق سے کس لئے اس طرح پوشیدہ کیا کہ بہکنے والے بہکانے والے کو ہرگز نہ دیکھ سکیں۔ اگر ابلیس پُر تلبیس ظاہر ہو کر تحریک بہ معصیت کرتا تو لوگ اُس سے تنفر کر کے دام تزویر میں نہ پھنستے۔ جبرئیل علیہ السلام کو بلباس ملکوتی ظاہر بہ ظاہر اگر آنحضرت کے پاس بھیجدیا جاتا تو بعض مسلمانوں (سر سید احمد خاں اور اُن کے مقلّدین) کو وجود جبرئیل اور طریق وصول وحی میں تذبذب یا انکار نہ ہوتا۔ قرآن میں جس جس جگہ مومن و منافق کا ذکر آیا ہے وہاں اُن کے نام بتلادئے جاتے سورہ توبہ میں خنیک حنین سے بھاگنے والوں کو جو مختصر جملہ (ثم ولیتم مدبرین) یعنی اے اصحاب محمد معلوم ہو گئے تم ذبر دکھانے والے بنایا گیا ہے۔ اس کے ساتھ اگر اُن کے اسمائے گرامی کی فہرست بھی شایع ہو جاتی تو مابین اسلام مفرّدین کی جانچ کے جو جھگڑے ہو رہے ہیں یہ نہوتے۔ بالاتفاق فریقین اسلام میں پہلا تنازعہ خلافت پر پیش ہو کر منجر بہ جدال و قتال ہوا ہے۔ چونکہ بقول سُنیہ خدا و رسول نے اسکا انتظام نہیں کیا اور اُمّت کی رائے پر محوّل کردیا۔ کاش بارگاہ خداوندی و نبوی سے اسکا اظہار ہو جاتا تو کتنا اچھا تھا۔ ذی عزت مخاطب صرف اس امر سے کہ نبی نے مُلاّنہ کا کچہ چٹھہ کیوں نہ کھول دیا مغموم و مشوش ہیں نہ معلوم یہ چند مختصر باتیں جو بطور نمونہ کے از ہزار و مشتے از بسیار دکھلائی گئی ہیں۔ ان کو ملاحظہ فرما کر قابل قدر مخاطب کی کیا حالت ہوگی قبل ازیں کہ معاملات بالائے غور و تفکر میں سائل باتمیز دماغ مبارک پر زور ڈالیں توضیحاً عرض کیا جاتا ہے کہ یہ انتظام قدرت اور مقتضائے مصلحت حضرت عزت ہے کہ بعض موقع پر کسی بات کو با علامات بیان کیا جاتا ہے اور بعض جگہ شانوں سے بتلایا جاتا ہے۔ خدا کو اہل بصیرت نے آثار و علامات و شواہد عقلیہ سے شناخت کیا ہے باوصف اختفا جناب باری نے اپنے واجب الوجود

ومالک کل ہونے پر ایسی براہین روشن ودلائل واضحہ دکھلائیں جن سے ہر اہل عقل کو وجود ایزدی کا مجبورًا اقرار کرنا پڑتا ہے - علی ہذا اپنے مقدس کلام میں ہمکو منافقین کا پورا پتہ بتلا دیا اور اُنکا عنوان یہ قایم فرمایا کہ جنہنے بعد اظہار ایمان وتسلیم اسلام موت میں شک کیا جہاد سے روگرداں بلکہ گریزاں ہوا کسی کو مارا نہ مرا نہ مار کھائی - نبی کے کہنے کو نمانا اس کے احکام کو معطل کیا - رسول کے طرز عمل پر معترض ہوا - گستاخانہ کلمات اُس کے سامنے کہہ کر بلند آواز باں کرکے رنجیدہ طبیعت ہوا وہ اعلیٰ درجہ کا منافق سمجھا و رجو اس کے خلاف ہی وہ مومن پاک - اگر حضرت مخاطب ان تمام باتوں کو صرف خیالی اور لاابالی بتلائیں گے اور اسی پر اڑے رہیں گے کہ پورے طور پر خلایق کو درجۂ یقین جب ہی حاصل ہوتا جبکہ خدا علی رؤس الاشہاد ظاہر ہوکر ہر ایک کو علانیہ عمل میں لاتا تو عجب نہیں کہ علمائے اسلام کو بیاد ثبات عقیدہ اُن کے لئے کچھ تجویز کرنا پڑے - بعد ختم تمہید امر مابہ النزاع کی نسبت عرض کرتا ہوں اُسکو ملاحظہ فرماکر سوائے ذی علم مخاطب کے دیگر مشکوک لوگوں کے شکوک بھی رفع ہوکر درجۂ یقین حاصل کریں گے قرآن پاک میں منافقین دمزنابین کا جو ذکر ہوا ہے اُن کو آنحضرت نے علاموں سے بھی بتلایا بلکہ اس سے ترقی کرکے اُن کے نام اپنے صحابہ مخصوصین پر ظاہر کئے اور بحکم الکنایہ ابلغ من التصریح سے اُن لوگوں کو بھی آگاہ کردیا کہ تم دین سے برگشتہ ہوجاؤگے اور بعد میرے ایسے اعمال قبیحہ کے مرتکب ہوگے جو کہ سعادت آخرت سے تمکو محروم کرنے والے ہوں گے - ان معاملات کے متعلق میں آیات قرآن واحادیث نبوی سے بہت کچھ منذ ابیث حضرت مخاطب کو دکھلا سکتا ہوں مگر چونکہ ماشاء اللہ وہ ذی فہم اور حق آگاہ ہیں - لہذا اختصار سے کام لیتا ہوں حضرات شیخین کے ثبوت نفاق میں تو ممدوح الوصف رسالہ سجادیہ مولفہ حقیر کو ملاحظہ فرمائیں اگر فرصت رکھتے ہیں تو خود دیکھیں ورنہ علمائے عصر سے اُسکو [illegible] ضرورت دیگر یقین کامل فرمائیں کہ حضرت شیخین اُن منافقین کے سردار تھے جن کا ذکر قرآن میں درج ہوا ہے - شاید حضرت مخاطب یا اُن کے ہم خیال یہ تصور فرمائیں کہ اپنے ایک رسالہ پر

پر حوالہ دے کر ع بات عاشقاں بر شاخ آہو - کی مثال کا مصداق بنایا ہے - لہذا سوائے مطالب مندرجہ رسالہ ہذا آیتہ و دیگر آیات و احادیث سے دکھلائے دیتا ہوں کہ خدا و نبی نے اکثر صحابہ و خصوص ثلاثہ کو منافق اور بدراہ کنندہ از دین حق فرمایا ہے اول آیہ قرآن و ازاں بعد حدیث غدیر و پس ازاں اقوال علماء سنیہ حوالہ قلم کروں گا۔

آیہ قرآن متضمن مثالب و معائب ثلاثہ مندرجہ سورہ آل عمران

ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم و یعلم الصابرین ولقد کنتم تمنون الموت من قبل ان تلقوہ فقد رایتموہ و انتم تنظرون۔

وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علیٰ اعقابکم و من ینقلب علیٰ عقبیہ فلن یضر اللہ شیئا و سیجزی اللہ الشاکرین ؕ

ترجمہ یہ وہ ترجمہ ہے جو کہ زمانہ حال میں حسب محاورہ مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی نے کیا ہے۔

کیا تم اس خیال میں ہو کہ تم جنت میں جا داخل ہو گے - حالانکہ ابھی تک اللہ نے نہ تو یہ جانچا کہ تم میں سے کون جہاد کرنے والا ہے اور نہ یہ جانچا ہے کہ کون ثابت قدم ہیں اور تم موت کے آنے سے پہلے خدا کی راہ میں مرنے کی آرزوئیں کیا کرتے تھے سو اب تم نے اسکو اپنی آنکھ سے دیکھ لیا و پھر لڑنے سے کیوں جی چراتے ہو اور محمد اس سے بڑھ کر اور کیا ہے کہ ایک رسول ہیں اور بس ان سے پہلے اور بھی رسول ہو گذرے ہیں اگر محمد اپنی موت سے مر جائیں یا مارے جائیں تو کیا تم اولٹے کفر کی طرف لوٹ جاؤ گے جو خدا کا تو کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گا اور جو لوگ - اسلام کی نعمت کا شکر کرتے ہیں انکو خدا عنقریب جزائے خیر دے گا بے حکم خدا مر نہیں سکتا - ہر ایک کی موت کا وقت مقرر لکھا ہوا ہے اور جو شخص دنیا میں اپنے کئے کا بدلہ چاہے اسکا بدلہ ہم یہیں دینگے اور جو آخرت میں بدلا چاہتا ہے اسکو وہیں دیں گے اور جو لوگ شکر کرتے ہیں ہم عنقریب انکو جزائے خیر دینگے نتیجہ اور خلاصہ مطلب اس آیہ کا یہ ہے کہ اے اصحاب محمد کیا ابھی سے تم نے بہشت میں جانے کے

لئے کمر بستہ ہیں اسوقت تک باعتبار ظاہر تمکو بھی یہ معلوم ہوا کہ تم میں کون میدان جنگ میں ثابت قدم رہنے والا ہے اور کون صف حرب سے گریزپا ہونے والا ہے اس آیہ وافی ہدایہ میں وہ لوگ مخاطب نہیں ہیں جو کہ جان توڑ کر لڑتے تھے خود بھی زخم کھاتے تھے اور دوسرونکو بھی زخمی کرتے یا جان سے مار ڈالتے تھے اگر یہ خطاب اُن چلتے پرزے بہادران اسلام سے سمجھا جائے تو خدائے عادل کی بڑی ناانصافی ثابت ہوتی ہے کہ ہوشیار اور قابل کار لوگوں کو بجائے تعریف کے دھمکاتا اور تنبیہہ کرتا ہے - بلکہ یہ زجر و انتباہ اُن لوگوں کے لئے ہے کہ جو بلا تلوار چلائے بہشت کو اپنی جاگیر جانتے تھے - دیکھو خدا نے صاف صاف فرمادیا کہ اے مسلمانو پہلے نصرت اسلام کر کے جنگی تمغہ زیب گلو کرو پھر ہماری درگاہ سے ہر طرح کی امید بہبودی رکھو - اگر جہاد میں جانفشانی نہ کروگے تو ہمارے حضور سے آخرت میں کوئی حصہ نہ پاؤگے یہ آیہ مبارکہ مدنی ہے اسوقت حضرات ثلاثہ ہجرت و سبقت اسلام وغیرہا جمیع عزتوں سے بہرہ ور ہو چکے تھے حضرت صدیق یار غار کی معزز صفت سے موصوف ہو چکے تھے - پس ایسے لوگوں کی نسبت خدا کا یہ فرمانا کہ ابھی تک نصرت اسلام میں تمہاری ثابت قدمی و جانسپاری ہمارے نزدیک قابل اطمینان نہیں صاف اسبات کا پتہ دینے والا ہے کہ صرف ہجرت و سبقیت بہ اسلام و غارنشینی کافی نہیں سمجھی گئی جملہ معاملات کا محض لوجہ اللّٰہ ہونا اسوقت تصور کیا جائے گا جبکہ جہاد کا سارٹیفکٹ دفتر خداوندی سے مل جائے - ذی علم سائل اس علامت آخر کی جانچ کے لئے اپنی مذہبی کتابیں کھول کر دیکھیں حضرات ثلثہ کو جہاد کی اس صفت سے جس میں خدا نے (جاھدوا بانفسهم) کی شرط لگائی ہے یہ مراحل دور پائیں گے صرف لا الہ الا اللّٰہ کہکر بوریا بندھنا بغل میں دبا کے مکہ سے ہجرت کرنا - غار میں حزن و بیقراری فرمانا نبی کے محل میں لڑکیاں بھیجنا خدا کے نزدیک کچھ کارآمد نہ ہوگا - تاوقتیکہ میدان جنگ میں چمکتی ہوئی کے سامنے آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھا جائے - تکمیل ایمان کے لئے جمیع شرائط اسلام کا پورے طور پر بجالانا ازبس ضروری سمجھا گیا ہے - جہاد نفس سے بالاتر کوئی علامت ایمان صحیح کے لئے قایم

نہ ہو سکتی تھی۔ اسی واسطے خدا نے اسکو متمم ایمان قرار دیا ہے۔ دیکھو اگر زید کسی گورنمنٹ کی رعایا بنکر مدام اظہار وفا داری کرتا رہے اور جس وقت کہ سلطنت کا مقابلہ غنیم سے ہو زید مذکور جنگ کرنے اور حرب گاہ میں ثابت رہنے سے گریز کرے تو کہا جائے گا کہ وہ اہل غدر و خیانت سے ہے اور کبھی ان صلہ و عطایا کا مستحق نہیں ہو سکتا جو کہ فاتح سپاہیوں کو خزانہ شاہی سے تقسیم ہوں گے۔ بلکہ اُسکا نام کاٹ دیا جائے گا اور گھوڑا اور وردی سب ضبط کر لی جائے گی علی ہذا تا وقتیکہ حضرات اہل سنت جناب ثلاثہ کرام کا لڑائیوں میں جان لڑا نا نہ دکھلائیں گے کبھی کوئی انعام نہ پائیں گے تمام غزوات و سرایا کی کیفیت کتب تواریخ میں موجود ہے اکثر مجاہدین کے مقتولوں کا نام لکھا ہے اور جن بزرگواروں نے زخم کھائے ہیں اُن کی بھی صراحت کی گئی ہے۔ مگر یہ حضرات نہ کبھی کسی جنگ میں زخمی ہوئے اور نہ کسی کو مارا اسجگہ اُن کے موالی و معتقدین کہ سکتے ہیں کہ ہر شخص کا زخم کھانا ضروری نہیں ہے۔ چونکہ یہ اعلی درجہ کے خوش مشق و تیز دست و چلت پھرت والے تھے۔ لہذا دشمن کی زد سے اپنے آپ کو بچاتے رہے میں اسکو تسلیم کرکے عرض کرتا ہوں کہ جو لوگ چستی و چالاکی سے دشمنوں کے حرب رد کرتے ہیں وہ دوسروں کو ضرور صدمہ پہنچاتے ہیں۔ تواریخ کے معائنہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان صاحبوں کی تلواریں کبھی غلاف سے باہر نہیں ہوئیں۔ واللہ میں نے کسی کتاب میں نہیں دیکھا کہ بعد سرور کائنات یا اپنے اپنے زمانہ خلافت میں ان کی سروہی نے کسی کافر کے جسم سے ناخون بھی کاٹا ہو خصوصاً شمل یا لہو چوس لیتا ہے۔ ہاں ہمیں شک نہیں کہ آوردگاہ سے جان سلامت لے کر کیمپ میں بہت تیز قدمی سے چلا آنا گویا ان کی خصوصیات سے تھا نہایت تعجب ہے کہ بہادر سپاہی سے کہ شریک جنگ ہو کر نہ مارے اور نہ مرے اور پھر امیدوار تمغہ ہو ناظرین اس موقع سے سرسری نہ گذریں بلکہ ٹھہر کر نظر ڈالیں اور دل میں غور کریں کہ جن لوگوں نے خدمت اسلام بالکل نہیں کی جہاد میں جسکو خدا نے معیار اسلام تجویز فرمایا ہے ثابت قدم نہیں رہے۔ وہ کیونکر جنت النعیم کے کسی گوشہ میں بستر لگا سکتے ہیں۔ دیکھو آیہ امتحان موصوفہ بالا کا ترجمہ۔ ابھی تک تمہارا ثابت قدم رہنا درجہ ثبوت کو نہیں پہنچا واضح ہو کہ یہ

آیت بعد جنگ بدر نازل ہوئی ہے اس کے بعد بڑے بڑے معرکہ مثل خندق و صلح حدیبیہ و جنگ احد و خیبر و حنین و سرایا وغیرہ واقع ہوئے ہیں تمام حروب کا جنگی نقشہ دیکھ کر انصاف فرمانا چاہیئے کہ حضرات ثلثہ نے اُن مواقع پر کیا داد جوانمردی دی اور اسلام کی کس اسلوبی سے اعانت فرمائی بروز محاصرہ خندق عمر ابن عبدود کی پُر صولت وہیبت ناک آمد دیکھ کر آنحضرت سے جناب عمر نے جنکو انتہا کا دلاور اور جرنیل کہا جاتا ہے۔ عرض کیا یہ حضور آپ کے لشکر کے یہ ناتوان و فاقہ کش سپاہی اس سے نہیں لڑ سکتے یہ آدمی نہیں دیو زاد ہے ایک مرتبہ ایام جہالت میں ہم مال تجارت لئے جاتے تھے۔ راہ میں قافلہ پر ڈاکہ پڑا اتفاقات سے یہ پہلوان ہمارا رفیق راہ تھا۔ ایکدم میں سبکو بھگا دیا اونٹ کی ٹانگ پکڑ کر چوروں پر اس طرح پھینکتا تھا کہ جیسے سنگ فلاخن پھینکا کرتے ہیں۔ عمر جیسے بہادر آدمی سے یہ مضطربانہ تاریخی واقعہ سُنکر بیکنا دبلنا لوگوں کے جوتے ڈھیلے ہو گئے پیٹ کی انتڑیاں غُل غُل و غُل غُل کرنے لگیں۔ رسول پاک بہ تحیر عمر صاحب کی طرف نگراں تھے کہ پریٹ پر کھڑے ہوئے کس ادا سے فوج کا دل بڑھا رہے ہیں عام قاعدہ ہے کہ ایسے موقع پر اُن تہورانہ الفاظ کا استعمال کرتے ہیں کہ جن سے مُردے میں جان آجائے نہ یہ کہ جیتا جاگتا مرجائے حضرت عمر بھی عجیب خوش مزاج تھے نہ خود لڑتے تھے نہ لڑنے والوں کے دل بڑھاتے تھے۔ بلکہ سپاہ کی طبیعت مضمحل کر دیتے تھے۔ خوب ہوا نبیؐ نے کبھی انکو کمانڈر نہ بنایا ورنہ معلوم نہیں کیا گل کھلاتے اگر حضرت امیرؑ اُسوقت آمادہ جنگ ہو کر اُسکو قتل نہ کر ڈالتے تو نتیجہ یہ ہوتا کہ حضرت عمر فتراک عمر ابن عبدود سے باندھے جاتے اور اسلام پیر پھیلا کر خندق میں گہری نیند سوتا۔ ذی علم مخاطب غور فرمائیں کہ جناب عمر کی یہ پُرانی جبر اسلام کو کس حد تک ضرر رساں تھی صلح حدیبیہ میں جوش اسلام سے ایسے خود رفتہ ہوئے کہ نبی کی نبوت سے استعفا دے بیٹھے۔ سبحان اللہ سچے دل سے ایمان لانے والے ایسے ہی حضرات ہوتے ہیں جنکو آنحضرت کے نبی برحق ہونے میں تذبذب و تشکیک پیدا ہو جائے۔ کتب اہل سنت میں وارد ہوا ہے کہ صلح حدیبیہ سے حضرت عمر ایسے ناراض ہوئے

کہ نبی کی نبوت میں شک کر بیٹھے اور نہایت غیظ و غضب سے فرمایا ماشککت منذ اسلمت الا یومئذ یعنی جب سے میں ایمان لایا ہوں کبھی ایسا شک نہیں ہوا جیسا کہ آج ہوا اس طرز کلام سے واضح ہو گیا کہ جناب دوم متشکک و مذبذب ہمیشہ رہتے تھے مگر آج کا شک بہ نسبت اور دنوں کے کچھ ایسا بڑھ گیا تھا کہ اس کے پوشیدہ کرنے پر قادر نہوئے بید دھڑک ہو کر کہہ اٹھے جناب عمر کا شک چونکہ اُن کے اسلام کی عزت کا بڑھانے والا ہے لہذا حضرات اہلسنت کو بڑی فکر ہوئی کہ اتنا لمبا چوڑا جثیفہ عدد اسلام سے نکلا جاتا ہے اگر تینوں میں سے یہ ایک بلند قامت علیحدہ ہو گیا تو بڑی خرابی لازم آئے گی لہذا امام عینی شارح بخاری نے زچ ہو کر لکھدیا کہ احتمل کان مولفۃ القلوب الی الان یعنی عمر صاحب کا نبوت میں اظہار شک فرمانا اسپر دلالت کرتا ہے کہ وہ اسوقت تک اسلام میں پختہ نہ تھے ملکہ بذیل مولفۃ القلوب اُن کا شمار تھا۔ سبحان اللہ گو سالہ ما پیر شد و گاوہ نہ شد۔ حضرت عمر کی تمام عمر گذر گئی مگر پکے مسلمان نہوئے۔ اگر علمائے اہل سنت ہمکو اس تاریخ سعید سے اطلاع دینگے جس میں اہل تالیف کی جماعت چھوڑ کر عمر صاحب پکے اور سچے مسلمان بنے تھے شکریہ ادا کیا جائیگا۔ قبل از حدیبیہ زیر درخت ببول بیعت رضوان ہوئے تھے جس کا ذکر قرآن پاک میں اس طرح ہوا ہے لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ الی آخرہ چونکہ اس آیت میں خدا نے اپنی رضامندی متعلق بہ مومنین کی ہے اور حضرت عمر اسوقت تک بوجہ خامکاری بذیل مولفۃ القلوب معدود تھے لہذا وہ آیۂ رضوان کے حکم سے نکل گئے سنی صاحب جو بصد طمطراق آیۂ موصوفہ بالا میں جناب عمر کو اعلیٰ درجہ کا حصہ دار جانتے ہیں وہ امام عینی کی تحریر کو عینک لگا کر دیکھیں سوائے ازیں کتاب کلمۃ التقوےٰ مولفہ جناب مولوی رافت علیصاحب سنی المذہب امروہوی کے صفحہ ۲۳ سطر ۹ پر لکھا ہے کہ ہماری کتابیں جو وارد ہوا ہے (ماشککت منذ اسلمت الا یومئذ ترجمہ یعنی حضرت عمر نے فرمایا کہ جیسا شک مجکو آج محمد کی نبوت میں ہوا کبھی نہوا تھا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اُن کا نفس مضطر ہو گیا تھا۔ بعد ملاحظہ واقعات صدر جناب مخاطب قرآن سے درباب فاروق فلاح کنائیں انشاء اللہ یہ آیت ضرور نظر پڑے گی ان المومنون الذین آمنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا

یعنی خدا اور رسول پر ایمان لانے والے وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے ایمان میں شک نہیں کیا چونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مشکوک بہ نبوت ہوئے لہذا اہل ایمان کے فرد سے اُن کا نام نامی واسم گرامی خدا نے خارج فرمادیا اب میں پھر آیہ "ام حسبتم" کی طرف توجہ کرکے حضرات شیخین کا انقلاب علی الاعقاب یعنی اسلام سے پچھلی حالت کفر کی طرف لوٹ جانا کتب اہلسنت سے ثابت کرکے محترم مخاطب کے قلب نورانی سے مواد ولائے شیخین اس طرح کھینچ لوں گا کہ جیسے ڈاکٹر لوگ گلاس لگا کر مادہ مفسد نکال لیتے ہیں

توضیح آیہ ام حسبتم جس سے ارتداد خلفا ثابت ہوتا ہے

علامہ سیوطی دُر منثور میں لکھتے ہیں کہ آیہ بالا بعد معرکہ بدر احد میں نازل ہوئی ہے بہ نظر اطمینان مخاطب و دیگر ناظرین عبارت حوالہ قلم کرتا ہوں اخرج ابن ابی شیبہ فی کتاب المصاحف عن سعد بن جبیر قال اول ما نزل عن آل عمران ھذا بیان للناس و ھدی و موعظۃ للمتقین ثم انزل بقیتہا یوم احد یعنی سوائے انہ ھذا بیان الی آخرہ باقی سورہ آل عمران بہ مقدمہ احد نازل ہوئی ہے مضمون انقلاب دلوٹ جانا کفر پر اُس بقیہ حصہ میں ہے۔ تفسیر کشاف میں حضرت عبداللہ ابن عباس کا یہ قول نقل ہوا ہے قال ان المسلمین کانو یسا لون ربھم اللھم ربنا ارنا یوما کیوم بدر نقاتل فیہ المشرکین ونبلیک فیہ خیرا فلنمس فیہ الشھادۃ خلاصہ کلام یہ ہوا کہ جن لوگوں نے بدر میں داد مردانگی دی تھی اور کفار و مشرکین کے قتل کا انکو اتفاق ہوا تھا وہ آرزو کرتے تھے کہ خدایا کوئی ایسا دن بھی آئے گا جیسا کہ روز بدر تھا تا کہ ہم بھی مشرکوں کے خون سے اپنی تلوار کی آب بڑھائیں۔ پس اس آیہ میں وہی لوگ مراد ہیں جنکو کفار سے سر لکھ ہونیکا اتفاق ہوا تھا اور وہ بے شبہ ثلاثہ اور انکے ہم مزاج تھے۔ کیونکہ دنیا کی تاریخیں ان کے زخم کھانے یا کسی کے جسم کو صدمہ پہنچانے سے حالت سکوت میں ہیں حذا خدا کرکے بعد واقعہ بدر معرکہ احد درکار ہوا لہذا دیکھنا چاہیے کہ اُن جوشیلے سپاہیوں کا جو کہ قتل کفار کے لئے تلواروں کے ڈورے کھوئے ہوئے آرزو دے جنگ میں بیچین تھے۔ کیا حال ہوا۔ تمام صحابہ میں حضرت عمر اعلی درجہ کے سخت و شدید لوگوں میں معدود ہیں چنانچہ اسی وجہ سے اشداء علی الکفار کی تفسیر ان کے بدن اقدس پر آراستہ کی گئی ہے

ان سے جو حالت پیش آئی وہ عجیب خوش منظر ہے تفسیر دُر منثور میں علامہ سیوطی لکھتے ہیں لقد
رایتنی یوم احد وانا اعدو فی الجبل منهزماً مثل اروبہ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ میں
مثل بُز کوہی پہاڑ کی چوٹیوں پر روز احد اُچھلتا پھرتا تھا۔ کنز العمال میں ہے لما کان یوم
احد هزمنا ففررت حتی صعدت الجبل فلقد رایتنی انزو اکاننی اروی کہ جناب عمر
فرماتے ہیں ہزیمت کھائی ہمنے روز احد اور میں ایسا بھاگا کہ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گیا وہاں
میری یہ حالت تھی کہ جیسے پہاڑی بکری کی ہوتی ہے۔ سبحان اللہ آرزو تو بعد بدر یہ تھی کہ
اگر موقعہ جنگ آیا تو کفار کو بھون کر کھا جائیں گے جب مقابلہ کی نوبت آئی انسانی چال بھول کر
بھاگ کھڑے ہوئے۔ حضرت عثمان کا بھاگنا عجیب قطع کا تھا ایسے پُرخوف ہو کر گریز پا ہوئے
کہ تین دن میں لعبد تلاش کسی کے گھر سے برآمد ہوئے تھے۔ حضرت صدیق کا حال بھی اہل
تاریخ نے اس معرکہ میں کچھ بودے الفاظ سے لکھا ہے حضرات شیخین یا اون کی ہم طبقیوں نے
کچھ یہ ہی نہیں کیا کہ صرف میدان جنگ سے کنارہ کش ہوئے ہوں بلکہ کچھ ایسے مایوس ہوئے کہ
اسلام ظاہری ترک کرنے پر آمادہ ہوگئے۔ پُرانے کفر تنزل میں اسباب لیجانے کے واسطے تیار ہوگئے
لشکر کی شکست سے ایسا دل ٹوٹا کہ مسلمانی کو دونوں ہاتھوں سے باین عنوان سلام کرنا پڑا کہ بھائیو
محمد تو قتل ہوگئے اسلامی کشتی کا کھیوا دریائے فنا میں ڈوب گیا اب اس مذہب پر قایم رہنا ممکن نہیں
دہیں چلو جہاں سے آئے تھے (جہالت) چنانچہ تفسیر کشاف میں اس مضمون کو باین الفاظ لکھا ہے
قال علی رضی فی قول المنافقین للمومنین عند الهزیمة ارجعوا الی احد انکم وادخلوا فی دینکم تفسیر
درمنثور میں اس طرح درج ہے اخرج ابن جریر عن جریج قال قال اهل المرض والارتیاب
والنفاق حین فر الناس عن النبی قد قتل محمد فالحقوا بدینکم الاول فنزلت هذه الآیه
وما محمد الا رسول (الی آخره) یعنی اہل مرض ونفاق یا ارباب شکوک نے جبکہ احد میں شیطان نے
قد قتل محمد کی آواز دے کر اپنے رفیقوں کو بلایا تھا یہ بات کہی تھی کہ محمد تو قتل ہوگئے اب اپنے دین قدیم
پر لوٹ جانا چاہئے۔ یہ وہ وقت تھا کہ جتنے درجہ تکمیل ایمان کے لئے ضروری تھے اکثر صحابہ اور

بالخصوص جناب ثلاثہ سب طے کر چکے تھے مسبوق بہ اسلام ہوکر خلعت مہاجرت زیب بدن فرما چکے تھے شیخین کرام کی ذی عزت بیٹیاں ایوان نبوی میں عروسی لباس پہنے ہوئے متبختر کناں شامل رہی تھیں جناب ثالث بالخیر بقول اہلسنت نبی کی دو صلبی بیٹیوں کے شوہر بنکر ذی النورین کا چمکدار تمغا پیشانی انور پر لگائے ہوئے تھے غرضکہ باسباب ظاہر حضرات ثلاثہ کے لیے وہ ایسا وقت تھا کہ اگر جہاد میں جو کہ اچھے بُرے جاننے کا آلہ بحکم الذین آمنوا باللہ ورسولہ وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ خدا نے تجویز فرمایا ہے ثابت قدم رہتے تو بازی لے چکے تھے مگر افسوس ہے کہ یہ امتحان آخر جیسے تمام محنتوں کا نچوڑ تھا اُن کے حق میں عمدہ نتیجہ بخش نہوا۔ اگر کیسا ہی ہتھیار بدر و احد وغیرہ میں کھاتے یا آنکہ لااقل صف جنگ سے نہ ٹلتے تو غالبًا اسلام کے کسی گوشہ میں بیٹھ سکتے تھے مگر اتفاقات وقت سے جناب خلفا اُن تمام فضائل کے حامل تھے جو کہ ایک ادنیٰ مسلمان کو بھی نازیبا تھی۔ منجملہ دیگر شرائط اسلام کے ایک بڑی شرط یہ بھی ہے کہ گاہے مشکوک و مذبذب نہ ہو۔ آیہ مبارکہ انما المومنون الذین آمنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابو متذکرہ صدر اس واقعہ کی شاہد عادل موجود ہے۔ دیکھو مثال دنیا سے اطمینان دلاتا ہوں۔ اگر کوئی طالب علم امتحان انٹرینس پاس کرکے۔ نائب تحصیلداری سے نامزد کیا جائے اور ہر طرح سے چاق وچست ہو مگر گھوڑے پر چڑھنا یا اس پر کودنا نہ جانتا ہو تو کبھی اس عہدہ پر فائز نہوگا علیٰ ہذا اگر ابتدائے اسلام میں جبکہ بظاہر کوئی امید فائدہ بقول اہل سنت نہ تھی۔ زید مسلمان ہوا اور مکہ سے مدینہ کو ہجرت کی۔ نبیؐ کو بیٹی نذر کرکے اُن کا سسرا بنا ہمیشہ سفر اور حضر میں ساتھ دیا ہر طرح مشورہ میں شریک ہوکر ناک کا بال بنا رہا۔ مگر نفس نبوت کو صحیح نہ سمجھا۔ بلکہ اس میں مشکوک ومشوش ہوا کہ یہ شخص فی الواقع نبی ہے یا نہیں اور شک کا غلبہ اسی طرف ہوا کہ یہ سچا نبی نہیں ہے۔ اگر یہ اپنے دعوے میں صحیح القول ہوتا تو فتح مکہ کی جو قبل ازیں صلح حدیبیہ پیشنگوئی کرچکا تھا وہ روئے ظہور دکھلاتی۔ بایں ذلت و خواری دب کر صلح نہ کی جاتی ہر لڑائی میں اپنے مرشد و ہادی کو سپرد کفار کرکے میدان سے بھاگا مرتے وقت اُسکا حکم نہ مانا۔ حالت بیماری

میں اُسکو بیہودہ گو کہا۔ پس از وفات نعش کو بغیر غسل وکفن ودفن چھوڑ کر چلا گیا۔ ایسے شخص یا اشخاص کی نسبت کون عقل کا دشمن کہہ سکتا ہے کہ وہ سچا مسلمان بنکر بہشت میں پیر پھیلاکر سرگرم استراحت ہوسکتا ہے چونکہ اسوقت تک یہ بات ظاہر نہیں ہوئی کہ حسب اندراجات تفسیر دُرمنثور و تفسیر کشاف متذکرہ بالا جن ارباب شک و نفاق نے جنگ احد میں یہ کہا تھا کہ محمد تو قتل ہوگئے اب اپنے دین آبائی کی طرف لوٹ جانا چاہیے وہ کون بزرگوار تھے لہذا ہم کتُب اہل سنت کی طرف رجوع کرکے مخاطب ذی فہم کو اُن مرتابین ومنافقین کے اسمائے گرامی بتلاتے ہیں۔ اول منافقوں کی حیثیت دکھلائیں گے اور پھر اُن کے نام بتائیں گے

حیثیت منافقین از حبیب السیر

"انس در معرکۂ احد امیر المومنین عمر ابن خطاب را دید کہ با طائفہ از اہل اسلام در مقام تحیّر بگوشۂ نشستہ از سبب حزن پرسید جواب دادند کہ رسول صلعم بہ قتل رسید گفت شما دیگر حیات چہ میکنید برخیزید و با اعدا مقاتلہ نمائید تا کشتہ شوید پس انس شمشیر کشید و متوجہ میدان شد تا قتل شد" یہ عبارت بزبان حال گویا ہے کہ امیر المومنین عمر ابن خطاب آواز شیطان کو صحیح باور کرکے قتل آنحضرت پر متیقن ہوگئے اور اپنی ہمخیال جماعت کے ساتھ متحیر تھے اور اس درجہ تحیّر بڑھا ہوا تھا کہ انس کے کہنے پر کچھ اعتنا نہ کیا اُسنے جو قتل کفار کی طرف اشارہ کیا تھا مطلق پروانہ کی بالآخر وہ بیچارہ خود متوجہ حرب ہوکر قتلو و قتلو مندرجہ قرآن کا مصداق بنا چونکہ اہل نفاق وارتیاب قتل سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے بیدل ہوکر ترک اسلام پر ہم سوگند ہوگئے تھے۔ لہذا انس کے نصائح آمیز فقرات اُن کے حق میں کچھ موثر نہ ہوئے چونکہ خلیفہ دوم کی نسبت مثل اردو یہ (پہاڑی بکری) کی طرح کودنا اچھلنا وارد ہوا ہے لہذا معلوم ہوتا ہے کہ بعد تعلیم انس حضرت عمر گوشۂ تحیّر و تشویش سے اُٹھ کر۔ پرانے دین میں جانے کے لئے مثل بز جست وخیز کرنے پر آمادہ ہوگئے۔ چونکہ فوراً اُن کو معلوم ہوگیا کہ محمد زندہ ہیں اور علی نے جنگ کو سر کر لیا لہذا واپس چلے آئے اگر خبر کے شائع ہونے میں کچھ دیر ہوتی اور میں ارادہ

سے عمر صاحب مع اپنے رفقا کے تیز قدم ہوئے تھے اسکو پورا کرتے یعنی قدیمی لنگوٹیا یار کے ساتھ سب کچھ کھا پی بیٹھتے تو دوبارہ اسلام لانے میں اُنپر وہ ہی دقت و زحمت ہوتی جو کہ مرتد کو ہوا کرتی ہے بڑی خیر گذری کہ سوائے ایجُل کودنے کے معاملہ ارتداد رو بکار نہوا انہیں لوگوں کے حق میں اہل سنت آیات و بشارت قرآنی کو جو کہ بحق مومنین مخلصین نازل ہوئی ہیں کھینچ تان کر لاتے ہیں میں حضرت مخاطب کو یہ بھی بتلائے دیتا ہوں کہ روز احد سوائے حضرت امیرؑ کے سب بھاگ گئے تھے اُن بھاگے والوں میں بعض ایسے تھے جو کہ فی الواقع مغلوب کفار ہو کر تاب مقاومت نہ لا سکے اور اکثر جن کے سرگروہ حضرت ابو بکر وغیرہ تھے اس طبیعت کے آدمی تھے کہ اسلام سے استعفا دینے پر امادہ ہو گئے۔ وہی صاحب حبیب السیر جن کی عبارت اوپر نقل ہوئی ہے لکھتے ہیں (در بعضے روایات آمدہ است کہ نوبتے زید بن وہب از عبداللہ ابن مسعود پرسید کہ چنیں شنیدہ ام کہ درروز احد بغیر از علی مرتضیٰ وابو دجانہ وسہل بن حنیف رضی اللہ عنہم درخدمت حضرت رسول ہیچ کس نماندہ بود ایں خبر مطابق واقعہ ہست یا نے۔ جواب داد کہ دراول حال کہ سپاہ اسلام روئے بوادی انہزام نہادند بجز مرتضیٰ احدے درنزد مصطفیٰ نماند بعد از ساعتے عاصم بن ثابت وابودجانہ وسہل بن حنیف وطلحہ بن عبداللہ بملازمت خیر البشر شتافتہ کمر محاربت برمیاں بربستند۔ باز پرسید کہ ابو بکر وعمر کجا بودند گفت ایشاں نیز بہ گوشہ رفتہ بودند وچوں از حال عثمان بن عفان استفسار نمود گفت او نیز بطرفے شتافتہ درروز سوم از جنگ پیدا شد) ان عبارتوں کے نقل کرنے سے یہ نتیجہ ضرور نکل آیا کہ حضرات شیخین آنحضرت کے قتل کی خبر سنکر ضرور گھبرائے اور وہ گھبراہٹ کچھ اس سبب سے نہ تھا کہ آنحضرت کے قتل نے اُنپر کوئی ایسا اثر ڈالا ہو جیسا کہ وفادار غلاموں پر آقا کی وفات سے پڑتا ہے۔ اگر حزن والم تینوں بزرگواروں پر طاری ہوتا تو حضرت عمر مثل بکری نہ کودتے عثمان صاحب تین دن میں نہ آتے صدیق اکبر میدان جنگ سے باہر قدم نہ رکھتے۔ بلکہ اسجگہ پتھروں سے سر توڑ توڑ کر مرجاتے اور عاشق رسول اللہ

کہلاتے ۔ یہ کیا عشق و محبت ہے دیکھو وہ عبارت جسکو میں نے پہلے نقل کیا ہے ۔ اس نے حضرت اول و دوم سے پوچھا کہ کیوں سر تشویش خم کئے بیٹھے ہو جواب دیا کہ رسول قتل ہو گئے اُس نے کہا کہ پھر تم زندہ رہ کر کیا کرو گے اٹھو اور قتل اعدا میں کوشش کرو یہ حضرات کچھ اس واسطے ایمان تھوڑا ہی لائے تھے کہ رسول کے ساتھ خود بھی مر جائیں تعجب ہے مجکو حضرات شیخین کے عشق صادق پر اُس تو جہاد کر کے راہ خدا میں جان دیدے اور یہ صاحب کہیں سے کہیں پہنچ جائیں ۔ ان تین میں دو صاحب نبی کے سسرے تھے اور ایک داماد دُسسرا جو ن کی محبت قابل نظر ہے داماد کی خبر قتل سُننے سے چونکہ بیٹوں کے رانڈ ہونیکا مظنّہ قوی تھا لہذا مقتضائے حمیت یہ تھا کہ اُسکے قاتلوں کو مارتے اگر اُن کا قتل کرنا ممکن نہوتا تو خود جان بحق ہو جانے سوائے ان کے بہنے اجتناب نہیں سُنا کہ کوئی سسرا افواج مخالفین میں اپنے خویش کو چھوڑ کر اس طرح پشت بمیدان ہوا ہو جیسکہ حضرات شیخین ہوئے تھے داماد بجائے فرزند کے ہوتا ہے اور خصوص اس شخص کا جس کے صرف اولاد دختری ہی ہو ۔ ہمبر ہی جناب عثمان سے بھی ہمکو ایک موقعہ شکایت ہے کہ دوہرے اور ڈبل داماد بوجہ زینب و رقیہ سلام اللہ علیہا کی شمار ہو کر ذی النورین کہے جاتے ہیں یہ کیسے فرزند تھے کہ اپنے ولی نعمت کی مطلق خبر نہ لی اور بھگو اسی ہیں میدان چھوڑ کر ایسے گریزپا ہوئے کہ تین دن میں بصد مشکل پتہ لگا ۔ دیکھو اُس میدان بلا خیز و شور میں وہی آپ کے ساتھ رہا جو کہ داماد اصلی ہو کر ہزار بیٹوں سے افضل اور نفس ناطقہ تھا (علی مرتضیٰ علیہ السلام) بحوالہ تفسیر کشاف و در منثور میں اول عرض کر چکا ہوں کہ منافقین و مرتابین نے آنحضرت کی خبر قتل سُنکر کہا تھا (ارجعوا الی اخوانکم وادخلوا فی دینکم) یعنی لوٹ چلو اپنے قوم و قبیلہ اور قدیم مذہب پر دیں یہ کون لوگ تھے اس جماعت کی جانچ چنداں دشوار نہیں کیونکہ آیہ "اُم حسبتم" موصوفہ بالا میں جن کی نسبت خدا نے یہ فرمایا ہے کہ اگر محمدؐ مر جائے یا قتل ہو جائے تو تم اپنی پچھلی حالت کفر پر عود کر جا ڈبگے یہ وہی ہیں جن کی تلوار بدر میں غلاف پوش رہی اور اُحد میں رو بفرار ہوئی اور حسب مراحت

بالا یہ لوگ ثلاثہ اور اُن کے امثال تھے تفسیر مدارک میں بذیل تفسیر آیہ صدر لکھا ہے کہ انقلاب
علی العقبین کا علاقہ اُن لوگوں سے ہے جنھوں نے جہاد سے فرار کیا۔ حضرات شیخین مرتے
مرگئے مگر یہ عادت نہ گئی چونکہ فاضل مخاطب بالخصوص اپنے محبوب خلفار کی نسبت دریافت فرماتے
ہیں لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کتاب اہل سنت سے قایل اس قول کا کہ اب اسلام چھوڑکر اپنے
پُرانے چھپروں میں جن پر کفر کا پھوس پڑا ہوا ہے چلنا چاہیے جناب شیخین رضوان اللہ تعالیٰ
کو ثابت کر دیا جائے مسند امام حنبل میں جو کہ نزد سنیہ انتہا کی معتمد ہے یہ عبارت لکھی ہے ان
الشیخین ھزما یوم احُد ورجع عمر ینشف دموعہ و یسال علیا العفو فقال الست
المنادی قتل محمد فارجعوا الی ادیانکم فقال انما قال ابوبکر ثم نزلت ان الذین
تولوا منکم یوم التقی الجمعان انما استزلھم الشیطان خلاصہ کلام یہ ہے کہ یوم احد ابوبکر
وعمر نے ہزیمت کی زاں بعد عمر ابن خطاب واپس ہوئے بایں شان کہ اپنے مُنہ سے آنسو
پونچھتے جاتے تھے (اشک ندامت) اور حضرت امیرؑ سے کہتے تھے کہ یا حضرت ہمکو اس جرم نمایاں
سے معافی دیجئے۔ حضرت علیؑ نے یہ عذر یہ حیلہ سنکر فرمایا کہ کیوں حضرت آپ نے نہیں فرمایا
تھا کہ محمدؐ تو قتل ہوگئے اب اپنے قدیم مذہب پر لوٹ جانا چاہیے۔ عمر صاحب نے جواب دیا
کہ میں نے نہیں بلکہ ابوبکر نے کہا تھا اسی مضمون کے قریب قریب تفسیر کشاف میں لکھا ہے ذی
فہم مخاطب حذرا انصاف فرماکر ہماری تحقیقات بلیغ کی داد دیں کہ آیہ "ام حسبتم" کا مصداق
یا وصف عدم موجودگی اسمائے ہم نے حضرات شیخین کو کس حسن و لطافت سے قرار دیا ہے جس
طرح کہ بڑا تجربہ کار افسر پولیس ہزار آدمیوں میں سے اصلی مجرم کو پکڑ لیتا ہے اسیطرح ہمنے
انقلاب علی الاعقاب کا سیاہ دھبہ گہری نظر کرکے خلفا کے جسم مبارک پر دیکھ لیا ہے ذی
قدر مخاطب ضرور تیزآب کلام سے اس سیاہ داغ کے مٹانے میں کوشش کریں گے۔ اگر ان کا
چھوٹنا ممکن نہو تو اُن کو چاہیے کہ فورًا اپنا اسباب سفینہ نوح میں اُٹھا لائیں اور اس دریائے
بلا سے جس میں ملع الفعل پڑے ہوئے ڈبکیاں کہا رہے ہیں ہمکنار عافیت ہوجائیں ہیں بہت

وثوق سے امید رکھتا ہوں کہ حضرات ثلاثہ کے حالات حسب صراحت بالا معائنہ فرما کر جناب مخاطب اُن سے تعلقات نیازمندی اُٹھالیں گے اور جو حسن ظن رکھتے ہیں وہ مبدل بنوع دیگر ہو جائیں گے اہل سنت بڑے دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں کہ تمام صحابہ کو عدول ہنکر آیات بشارات ومدح کا مقصود الیہ بالخصوص جناب ثلاثہ کو جانتے ہیں یہ خیال نہیں فرماتے کہ جس قرآن میں تعریفی جملے بحق صحابہ وارد ہوئے ہیں اُسی میں آیات مذمت وعتاب بھی درج ہیں۔ حضرات سنیہ فضائح وذمائم فقرات قرآنی کا ذکر تو کبھی زبان پر نہیں لاتے۔ البتہ آیات مدائح پیش کرکے ناواقفوں کو دھوکا دیا کرتے ہیں کہ جن لوگوں کی خدانے یہ شان بیان کی ہے اُنکو شیعہ منافق وبدراہ کنندہ خلایق جانتے ہیں ہم شیعہ لوگ اُن بزرگواروں کو اپنا ہادی وپیشوا جانتے ہیں کہ جن سے آیات مدح باعتبار عادات وحرکات حمیدگی رکھتی ہیں اور جو صحابہ آیات غضب سے تعلق رکھتے ہیں اُنکو ویسا ہی سمجھتے ہیں دیکھو شاہ ولی اللہ قرۃ العینین مطبوعہ مطبع مجتبائی کے صفحہ (۱۶۳) پر درباره صحابہ لکھتے ہیں) ولانسلم کہ درعصراول خوئے فتنہ نداشتہ اند۔ نمی بینی کہ بعدوفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بسیارے مرتد گشتند) یعنی ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ عصراول یعنی عہد رسول میں اصحاب خوئے فتنہ وفساد نہ رکھتے تھے اگر مفسد نہ ہوتے تو بعد آنحضرت کثیرالتعداد صحابہ رہ گرائے بادیہ بے ایمانی نہ ہوتے۔ جناب مولوی مہدی علیخان صاحب بہادر محسن الملک شروع آیات بنیات میں لکھتے ہیں کہ (اکثر مسلمانوں کو بعد اسلام شیطان نے بہکایا) پس واضح ہوا کہ تمام صحابہ عدول وقابل قبول نہ تھے۔ اچھوں میں بُرے ملے ہوئے تھے اُنھیں ناہنجاروں کے باب میں خدائے کریم فرماتا ہے (ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر فحبطت اعمالھم فی الدنیا والاخرۃ واولئک اصحاب النار ھم فیھا خالدون یعنی جو لوگ کہ تم مسلمانوں میں سے مرتد ہو جائیں گے اُن کے تمام اعمال حسنہ جو کہ بہ حیثیت اسلام ظاہری کئے ہیں ضبط کرلئے جائیں گے اور ہمیشہ کے لئے

جہنم میں ڈالدئے جائیں گے اسجگہ چند آیات لکھے دیتا ہوں جن سے ثابت ہوجائے گا کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ کے تمامتر اصحاب جادۂ راستی پر نہ تھے بلکہ اُن میں اکثر حد اعتدال سے گذرے ہوئے تھے سورۂ مائدہ میں خدا فرماتا ہے یا ایھا الذین آمنو من یرتد منکم عن دینہ الی آخرہ اے ایمان لانے والو جو کوئی کہ تم میں پھر جائے دین سے دوسرے مقام پر ارشاد ہوا ہے (منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الآخرۃ یعنی اے اصحاب محمد تم میں سے بعض دنیا کے طالب ہیں اور بعض آخرت کے) تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الآخرۃ (بل تؤثرون الحیوٰۃ الدنیا والآخرۃ خیراً وابقیٰ (ان الذین یوذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعد لھم عذابا مھینا) یقولون بافواھھم ما لیس فی قلوبھم (یخادعون اللہ والذین آمنو وما یخدعون الا انفسھم) یعنی اے اصحاب رسول تم مکاری اور دھوکہ بازی سے کہتے ہو کہ ہم ایمان لائے ہیں یہ دھوکہ خدا کو ضرر رساں نہیں ہے۔ بلکہ تمہارے نفسوں کو نقصان پہنچانے والا ہے۔ باوقار سائل چونکہ ماشاء اللہ زیرک و دانا و ارباب ہمت سے ہیں غور فرمائیں کہ آیات مجوزہ ایسے ہی لوگوں سے علاقہ رکھتے ہیں جنھوں نے روز احد نبی کو جرگہ کفار میں تنہا چھوڑ کر قدیمی دین کی طرف لوٹ جانے کا ارادہ کیا تھا یا کسی اور گروہ سے الحال یہ بات صاف طور پر ظاہر ہوگئی کہ اصحاب نبی میں بد و نیک ہر طرح کے شامل تھے کلام باری میں اچھے بُرے کی تمیز کا جو نشان تبلایا گیا ہے اُس حلیہ سے ہم لوگ پتا لگا لیتے ہیں جیسا کہ انقلاب علی الاعقاب کا گہرا دھبہ ثلاثہ کی پیشانئ مبارک پر دکھلا دیا گیا آیہ مستدلہ میں خدا نے ارتداد کے لئے یہ شرط قایم فرمائی ہے (افائن مات او قتل) یعنی اگر ہمارا رسول مرجائے یا قتل ہوجائے تو کیا تم اُلٹے پیروں پھر جاؤ گے۔ قتل کی خبر سنکر جو شیخین نے کفر پورہ آباد کرنے کا ارادہ کیا تھا وہ مخاطب صحیح العقل نے دیکھ لیا اب یہ دکھلاتا ہوں کہ قریب وفات و بعد از وصال سرور کائنات کس خوش رفتاری سے راہ

بیمائے میدان ارتداد ہوئے اس کی اجمالی حالت یہ ہے کہ باوصف تاکید شدید نبی کو بیمار و بےبس دیکھ کر دوات وقلم حاضر کرنے سے انکار کیا۔ غایت بے ادبی اور گستاخی سے نبی کے منہ پر اُن کو بیہودہ گو کہا۔ لشکر اسامہ کی شرکت سے اعراض بلکہ حکم نبی پر اعتراض کیا۔ بعد وفات نعش اقدس کو بیگور وکفن چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ میں چلے گئے سبحان اللہ کیا نبی کے عاشق زار تھے کہ اُن کے مرتے ہی اس طرح آنکھیں بدل گئے کہ جیسا پورانا طوطا پنجرے سے نکل کر حق قدیم فراموش کرکے آقا سے علیحدہ گی اختیار کر لیتا ہے مخاطب صحیح المزاج بلاجنبہ خلفاً ذرا طبیعت پر زور دیکر سوچیں کہ تمام عالم کا یہ قاعدہ ہے کہ پہلے میت کو دفن کرتے ہیں زاں بعد دیگر امور کی طرف متوجہ ہوتے ہیں رسالتمآب کے یاران دمساز کس مدرسہ کے تعلیم یافتہ تھے کہ اپنے خداوند نعمت کے دفن کی طرف مطلق متوجہ نہ ہوئے اور دنیا کے پیچھے پنجہ جھاڑ کے پڑ گئے۔ ڈاکٹر لیٹنر صاحب نے جو کہ مشہور ترین اشخاص میں تھی اعتراضاً مدرسہ امرت سر میں کہا کہ مسلمانوں کا نبی برحق نہ تھا کاش وہ سچا پیغمبر ہوتا تو مقلدوں کی طبیعت پر اُس کی حقیت کا ضرور اثر پڑتا۔ شاہدہ سے واضح ہوتا ہے کہ اُس کے مصاحب ورفقا کچھ پورے طور پر متیقن بہ حقیت نبوی نہ تھے اگر اُن کی نبوت پر پورے معتقد ہوتے تو تکفین ودفن نہ چھوڑتے حضرات خلفاء کی بیجا کارروائی نے یہ اثر ڈالا کہ ایک نصرانی کو موقعہ اعتراض مل گیا میں یقین کرتا ہوں کہ بعد معائنہ واقعات بالا جناب مخاطب و دیگر حق طلب اگر رہرو مسلک انصاف ہوں گے تو ضرور مان لیں گے کہ خدا نے بلا اظہار اہمیت آیہ "" ام حسبتم" میں جن صحابہ کے مرتد ہونے کی خبر دی تھی وہ بے شبہہ ثلاثہ تھے۔ احد میں دین قدیم بت پرستی کی طرف لوٹ جانے کا انھوں نے ارادہ کیا تھا اور بزمانہ علالت نبی و پس از وفات اُن سے ایسی حرکات روئے ظہور لائیں کہ جن سے اُن کے مرتد ہونے کی خبر ملتی ہے قرآن پاک سے ثلاثہ کی حالت حقیر نے اس عنوان سے دکھلائی ہے کہ انشاء اللہ آیندہ کسی سنی صاحب کو اُن کے پیچھے ایما ندار ہونے کا اشتباہ نہوگا مگر چونکہ دنی عزت

مخاطب نے اپنے سوال میں یہ فرمایش کی ہے کہ نبی نے ثلاثہ کے حالات جو کہ بزمانہ آیندہ حسب مزعوم شیعہ ان سے خلاف منشاء خدا واقع ہونے والے تھے علی الاعلان کیوں نہ بیان کر دئے تاکہ خلایق دھوکہ میں نہ پڑتی - لہذا بہ تعمیل ارشاد سائل صاحب اب بصراحت تمام متردہ واقعات ہدیہ نظر کرتا ہوں جن سے بفضلہ یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ رسول مقبول نے پورے طور پر تبلیغ کر دی تھی مسلمانوں میں سے جو لوگ چشم بینا رکھتے ہیں انھوں نے آنحضرت کے ارشاد سے فایدہ اُٹھایا اور جن کی آنکھوں پر تعصب کی سیاہ پٹی بندھی ہوئی تھی انھوں نے مطلق نہ سمجھا

تصریح ان واقعات کی جس سے ثابت ہوگا کہ رسول مقبول نے ثلاثہ کی حالت پورے ظاہر کر دی تھی

صحیح مسلم جلد دوم کے صفحہ (۲۴۹) پر ایک طویل مضمون ابی حازم صحابی کے حوالہ سے نقل ہوا ہے اردو میں اُسکا خلاصہ یہ ہے کہ رسول مقبول نے فرمایا کہ میرے اصحاب کو فرشتے جہنم میں لیجایئں گے میں کہوں گا کہ الہٰی یہ تو میرے صحابہ ہیں اُنکو جہنم میں کیوں ڈالا جاتا ہے پردۂ غیب سے آواز آئیگی کہ اے محمد بعد تمہارے یہ لوگ اُس روش پر چلے جسپر تم چلنے سے منع کر گئے تھے بلکہ دین میں احداث کر کے خلایق کو گمراہ کیا صحیح بخاری مطبوعہ مصر کی کتاب الفتن میں - بروایت ابی ایل صفحہ (۱۳۶) پر بھی مضمون بالا بہ اختلاف عبارت و اتحاد مطلب درج ہے سوائے ازیں بخاری کے جزو ۲۷ میں جو کہ بمبی میں طبع ہوئی ہے صفحہ ۹۶۱ و ۹۶۲ پر یہ مضمون درج ہے واضح رائے ارباب دانش ہو کہ اسلام میں علاوہ حکم خدا ورسول کے ایک تیسری شاخ سیرت شیخین بھی ہے سوائے ان کی سیرت کے کسی صحابی کے ایجاد کی ہوئی۔ کوئی بات اسلام میں جاری ہنیں ہے اس سیرت نے بالکل پتہ لگا دیا کہ ثلاثہ نے امر دین میں احداث کیا اور یہی بجرم بدعت حسب مفادات احادیث مسلم و بخاری متذکرۂ بالا موئے کشاں وادیٔ جہنم میں بھیجے جایئں گے بہ نظر اطمینان مخاطب نشان دیئے دیتا ہوں کہ جن کے منہ پر آنحضرت

نے کہدیا تھا کہ تم بعد میرے دین خدا کو احداث بدعات سے خراب کروگے وہ حضرت ابوبکر صدیق تھے موطا امام مالک کا ترجمہ مسمیٰ بہ کشف المغطا (مطبع مرتضوی دہلی میں چھپا ہے اُس کے صفحہ (۱۰۳) پر یہ عبارت ہے (ابو النظر سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ نے جنگ احد کی شہیدوں کے لئے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جنکا میں گواہ ہوں (یعنی ان کی سعی اور کوشش اور صبر پر اور صحت ایمان پر قیامت کے دن میں گواہی دوں گا۔ حضرت ابوبکر صدیق نے کہا یا رسول اللہ ہم ان کے بھائی نہیں ہیں۔ مسلمان ہوئے ہم جیسے کہ وہ مسلمان ہوئے اور جہاد کیا ہمنے جیسا کہ اُنھوں نے جہاد کیا آپ نے فرمایا کہ ہاں مگر مجکو معلوم نہیں کہ بعد میرے تم کیا احداث کروگے یہ سُنکر ابوبکر روئے۔ جناب مخاطب صاحب آپ بھی آپ کو معلوم ہو گیا کہ جن صحابہ پر آپ فریفتہ و دلدادہ ہیں وہ آنحضرت کے نزدیک کیا وقعت ایمانی رکھتے تھے اور کیسے صاف لفظوں میں حضور انور نے اُن کے حالات بتلا دیئے چونکہ آپ کو اُن سے نیاز مندی ہی لہذا کبھی حسن ظن اجازت نہیں دیتا کہ اُن کے قبائح اور معائب پر نظر ڈالی جائے۔ دیکھو آپ کی صحیح مسلم میں صاف لکھا ہے کہ آنحضرت نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ جبوقت تمپر خزاین روم و فارس کھولدئے جائیں گے اسوقت تمہارے طبائع کی کیا حالت ہوگی۔ مراد یہ کہ جب مفلس سے امیر یا محکوم سے حاکم ہو گئے تو وہ موقع ایسا ہوگا کہ آپے میں رہنا اور پائے ثبات کا لغزش نہ کرنا پڑے جوانمردی سے ۶ گر بد دلت برسی ست نگردی مردی) یہ سنکر عبد الرحمان ابن عوف نے کہا کہ جیسے ہم اسوقت مطیع احکام خدا ہیں ایسی ہی جب بھی رہیں گے آپنے فرمایا کہ ممکن نہیں کہ تم لوگ مسلک صواب پر رہو بلکہ باہم راہ بہانے حسد و بغض و عداوت ہو کر رشتہ اتحاد کو قطع کر ڈالوگے۔ روم و فارس کے قضایا چلا فت اول، و دوم میں پیش آئے اگر حضرت کے علم میں کہ بردے وحی ہوتا تھا اصحاب باوقار بالکل ایمان دار ہوتے تو ہرگز اُن کی دولت مندی و حکومت مآلی کو منجر بہ تحاسد و تباغض نہ بتلاتے۔ کیا جناب مخاطب اس سے بھی آنحضرت کا کوئی روشن تر حکم طلب کرتے ہیں۔ اگر اب بھی تسکین خاطر

نہیں ہوئی تو اور لیجئے - صحیح بخاری چھاپہ دہلی صفحہ (۱۰۹۱) پر بروایت ابی سعید الخدری یہ مضمون درج ہے کہ آنحضرت نے بمحضر صحابہ ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اُن کی پیروی بالشت بالشت اور ہاتھ ہاتھ بھر کروگے جو کہ تم سے پہلے گذر گئے ہیں مطلب یہ کہ گذشتگان کے قدم بقدم چلوگے - اگر وہ سوراخ سوسمار میں گھسے ہیں تو بہ متابعت اُن کے تم بھی وہی کروگے صحابہ نے کہا کہ کیا ہم مثل یہود و نصاریٰ ہو جائیں گے جواب ملا کہ بے شبہ تم یہی رفتار اختیار کروگے - غالباً اس جلسہ میں جبکہ یہ حدیث بیان کی گئی تھی ثلاثہ بھی موجود ہوں گے اس قسم کی بہت احادیث ہیں کہاں تک نقل کروں - ان اخبار صادقہ پر غور کر کے ہر وہ شخص جو کہ حضور کو مخبر صادق جانتا ہے ضرور باور کرے گا کہ نبی نے اپنے بعد والوں کے حریص بحکومت ہو کر حسد و بغض و نفسانیت و ارتداد و اطاعت یہود کرنے کی پوری خبر دیدی تھی - اگر جناب مخاطب اب بھی یہی کہے جائیں گے کہ میری تسکین خاطر نہیں ہوئی اس علاج میں تو کیا لقمان علیہ السلام بھی نہیں کرسکتے - علاوہ ازیں جناب مخاطب نے بعض آیات قرآن پر بہ امعان نظر نہیں ڈالی اگر فی الجملہ قرآن داں ہوتے تو سمجھ لیتے کہ خدائے پاک نے بھی جو کہ واقف اسرار ضمائر ہے خلفائے ثلثہ کا پورا حال بیان کردیا ہے دیکھو اللہ پاک اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرماتا ہے فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض و تقطعوا ارحامکم اولئک الذین لعنہم اللہ فاصمھم و اعمی ابصارھم - یعنی اصحاب محمد وہ وقت قریب ہے کہ تم متولی امر اسلام ہو کر ملک میں خرابی ڈالو اور فتنہ و فساد برپا کر کے قطع رحم کرو لعنت خدا کی اُنپر جو ایسا کریں خدا نے اُن کے کانوں کو بہرا اور آنکھوں کو اندھا کردیا ہے اخبار قرآن غلط نہیں ہوسکتے - جناب مخاطب خالی از جنبہ مذہب ہو کر غور فرمائیں کہ وہ لوگ کون تھے جنھوں نے نفسانیت کو دخل دے کر صراط مستقیم سے کجی کی اور قطع رحم کے باعث ہوئے یہ بھی واضح ہو کہ مراد حضرت باری غائبین اہل اسلام سے نہیں ہے بلکہ یہ آیت حاضرین مسجد نبوی کو سنائی گئی تھی چنانچہ جمال الدین محدث روضۃ الاحباب میں لکھتے ہیں

کہ آنحضرت نے جو آخر خطبہ پڑھا تھا انہیں صحابہ کو آیہ دخل عظیم سے خوف دلایا گیا تھا
عبارت طویل ہے دلیل المتحرین مولفہ خود مطبوعہ یوسفی دہلی کے صفحہ (۲۰۶) پر ملاحظہ ہو
علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں لکھا ہے کہ صحابہ کرام محبت جادہ و ثروت سے باہم حسد
وعداوت کرکے جادہ شریعت سے منحرف ہو گئے تھے شاہ ولی اللہ صاحب تحفہ نے بھی تحریر
فرمایا ہے کہ اصحاب نبی سینہ صاف نہ تھے بلکہ باہم کدورت رکھتے تھے دیکھو صاحب سجادیہ مولفہ
حقیر کا صفحہ (۱۹) چونکہ مخاطب صاحب کا ہر عنوان سے اطمینان ضروری ہے لہذا عرض کیا جاتا ہے
کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے اصحاب کے کان کھول کر سنا دیا تھا کہ تم لوگ بعد ہمارے
حریص دنیا ہو کر بروز قیامت اہل ندامت کے ساتھ محشور ہو گے۔
مشکواۃ المصابیح کی کتاب الامارہ میں بحوالہ بخاری شریف لکھا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا عن ابی
ھریرۃ عن النبی صلعم قال انکم ستحرصون علی الامارۃ وستکون ندامۃ یوم القیامۃ
بخاری شریف کے صفحہ (۲۳۳) پر ہے کہ آنحضرت نے اپنے صحابہ سے فرمایا واللہ ما
اخاف علیکم ان تشرکوا بعدی ولکن اخاف علیکم ان تنافسوا فیہا یعنی اے صحابہ مجھکو
تم سے یہ خوف نہیں ہے کہ تم لوگ بعد میرے مشرک ہو کر ظاہر بظاہر راہ کفر اختیار کرو گے
بلکہ یہ خوف ہے کہ باہم نفسانیت کرکے رہگرائے بادیہ ضلالت ہو جاؤ گے۔ بہ نظر توضیح مطلب
میں ذی علم مخاطب کو یہ بھی دکھائے دیتا ہوں کہ بحکم آیہ فمل عظیم وحدیث ستحرصون وان تشرکو
بعدی متذکرہ بالا صحابہ نے کس سے نفسانیت اختیار کی تھی جو شخص کہ بروز قیامت خدا سے داد
خواہ ہوگا بظاہر صحابہ نے اسی سے راہ نفسانیت برتی ہوگی۔ ترجمہ صواعق محرقہ کے صفحہ ۲۳
سطر ۱۰ پر بحوالہ بخاری شریف یہ عبارت لکھی ہے (از علی منقول ست کہ گفت) انا اول من یجثو
علی رکبتیہ بین یدی الرحمان علی الخصومۃ یوم القیامۃ یعنی من اول کسے خواہم بود کہ
بروز قیامت بدو زانو در آمدہ نزد خدائے تعالی با خصم خود خصومت کنم چونکہ یہ مضمون بخاری
شریف کا ہے لہذا مخاطب غور فرمائیں کہ حضرت امیر کن لوگوں کی شکایت مدعیانہ حیثیت سے

پیش خدا فرمائیں گے بہ نظر سہولت مخاطب ہیں مدعا علیہم کا پتہ بھی دیئے دیتا ہوں جنپر حضرت امیرؑ دعویدار ہوں گے۔ امام شعبی فرماتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے اللھم انی استعینک علی القریش فانہم قطعوا رحمی وغضبونی حقی واجمعوا علی منازعتی امرًا کنت اولیٰ بہ یعنی تحقیقکہ میں قریش پر مستغیث ہوں گا بہ ایں وجہ کہ اُنھوں نے قطع رحم کرکے میرا حق غصب کر لیا اور میری مخالفت پر مجتمع ہوگئے اور جس امر کے لئے میں اولیٰ و الیق تھا اُسپر متصرف نہ ہونے دیا۔ اگر جناب مخاطب انصاف فرمائیں گے تو غالبًا سمجھ جائیں گے کہ خلفاء پاک دامن نہیں ملکہ بروز قیامت زیر مواخذہ آنے والے ہیں۔ کیوں جناب مخاطب اب آپکو معلوم ہوگیا کہ یہ لوگ دین خدا میں احداث کرنے والے تھے افسوس ہے کہ آپ ایسے لوگوں کو اپنا پیشوائے دین جانتے ہیں بحمد اللہ یہ بات بوجوہ روشن ظاہر ہوگئی کہ رسالتمآب نے ثلاثہ کے حالات سے پورے طور پر آگاہ کردیا تھا کہ یہ لوگ مخلوق کو سیدھی راہ سے اُلٹی چال چلائیں گے

سوال دوم

ہرگاہ بروے مذہب شیعہ امامت داخل اصول ہے اور مثل وحدانیت و نبوت اُسپر اعتقاد کرنا امر لازمی ہے اور بصورت انکار امامت خارج از دائرہ مومنیت ہونا پڑتا ہے تو ایسی چیز کا قرآن میں کیوں نہ ذکر ہوا اگر بعنوان واضح امامت مندرج قرآن ہوتی تو یہ اختلاف امت جو کہ منجر بہ مفاسد گوناگوں ہو رہا ہے نہ ہوتا۔

جواب

مولوی خلیل احمد صاحب ساکن انبہٹہ ضلع سہارنپور نے ایک کتاب بجواب رسالہ مراۃ الامامت مسمیٰ بہ مطرقۃ الکرامۃ لکھی ہے اُس کے جواب میں جو فقیر نے رسالہ لکھا ہے وہ خاص طور پر ایسی بحث میں لکھا گیا ہے جو کہ سوال مندرجہ بالا سے علاقہ رکھتی ہے چند آیات و احادیث متعلق بہ امامت درج رسالہ کی گئی ہیں حضرت مخاطب اُسکو بالتمام ملاحظہ فرمائیں مناسب

پورے طور پر مطمئن ہو جائیں گے۔ صاحب مطرقہ نے درباب امامت ایک بسیط بحث کی ہے جواب بھی بمقتضا بہ تفصیل دیا گیا ہے چالیس جزو پر صرف بحث امامت کو بہ ہزار اختصار لکھا گیا ہے منجملہ اُن آیات و احادیث کثیرہ کے جو کہ مطرقہ میں بیان کی گئی ہیں صرف ایک آیت اس جگہ حوالہ قلم کئے دیتا ہوں زیادہ اگر دیکھنا ہو تو جواب مطرقہ کو ملاحظہ فرمائیں۔

آیت مشتبہ بخلافت

یا ایہا الذین امنوا اطیعو اللہ و اطیعو الرسول و اولی الامنکم (یعنی جو لوگ کہ ایمان لائے ہیں اپنر واجب ہے کہ خدا اور رسول و اولی الامر کی اطاعت کریں۔ یہ آیت واضح ترین آیات درباب اثبات امامت ہے۔ کیونکہ خدا نے صرف تین شخصوں کی امامت کا اپنے بندونکو حکم دیا ہے ایک اپنی اور دوسری نبی اور تیسری اولی الامر کی اس سے واضح ہو گیا کہ جس کی اطاعت کا خدا نے اپنے اور نبی کی اطاعت کے ساتھ حکم دیا ہے وہ ہی امام ہے شیعہ بہ اتباع آیہٗ ذریت رسول الثقلین کو اولی الامر مانکر اُن کی متابعت کو عین متابعت خدا و رسول جانتے ہیں اور حضرات اہلسنت ہر حکمراں کو خواہ وہ فاسق ہو یا فاجر اولی الامر کہتے ہیں جس سے نانارا و چنگیز خاں و ہیموں بقال و حجاج و خدیو مصر و سلطان روم وغیرہ سب اولی الامر کہے جاتے ہیں آیہ موصوفہ بالا میں دو جگہ لفظ اطیعو آیا ہے ایک خدا اور دوسرا نبی و اولی الامر پر تکرار اطیعو کی بظاہر وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اللہ جل شانہ کی اطاعت میں نبی و اولی الامر و دیگر عامہ خلایق یکساں رتبہ رکھتے ہیں۔ گویا لفظ اطیعو سے خدا نے اپنی ذات اور نبی و اولی الامر کے بیچ میں ایک حد فاصل قایم کر دی۔ دوسرے اطیعو سے نبی اور اولی الامر کو یکساں درجہ عنایت فرمایا کہ خلایق دونوں کو اطاعت میں سر مو تفاوت نہ سمجھے۔ جملہ اہل اسلام نبی اکرم کو معصوم جانتے ہیں پس جس گروہ کی اطاعت مقترن بہ متابعت پیغمبر ہے اُسکا مثل نبی معصوم ہونا لازمی ہوا یہ نہیں ہوسکتا کہ نبیٔ معصوم و سلاطین مطعون و مذموم کی اطاعت ایک نوع کی سمجھی جائے اگر بقول اہلسنت اولی الامر شاہان زمانہ سمجھے

جائیں گے جو کہ عموماً غیر محتاط وظلم شعار ہوتے ہیں تو لازم آجائے گا کہ خدا نے ہمکو اطاعت فساق پر مامور فرمایا اور پھر اس اطاعت فاجرین کو عین اطاعت خود نبی صلعم قرار دیا میں کہتا ہوں کہ سلاطین روزگار کی فرمانبرداری کا حکم دینا ہی فضول ہے۔ کیونکہ ہر شخص انکی تابعداری بوجہ تعلقات سیاست وحکومت اپنا مفاد سمجھ کر لازمی طور پر کرتا ہے مخاطب جو حکام وقت کی اطاعت سے سرمو تجاوز نہیں کرتے بلکہ اُن کی خوشنودی کے لئے اپنے آرام اپنی دولت کو نذر کر دیتے ہیں یہ اسوجہ سے نہیں کرتے کہ خدا نے چونکہ اُن کو اولی الامر کی اطاعت کا حکمدیا ہے اس لئے کرتے ہیں بلکہ یہ فرمانبرداری محض اس غرض سے کی جاتی ہے کہ اُن کے تمام معاشرت دنیا وموت وحیات وغیرہ اُن کے قبضہ اقتدار میں ہے۔ اگر مخاطب ایک دن بھی ایسا نہ کریں تو نیم ساعت بہ آرام بسر نہیں کر سکتے۔ جو لوگ مسلمانوں میں قرآن کا نام بھی جانتے ہیں اور کبھی نظر اُٹھا نہیں دیکھا وہ حکام وقت کی اطاعت کرتے ہیں تو کیا یہ سمجھ کر کرتے ہیں کہ خدا نے قرآن میں چونکہ حکمدیا ہے لہذا اُسکے اتباع سے ہم ایسا کرتے ہیں۔ دیگر اقوام جنکو قرآن سے مخالفت ہے وہ بھی حکام وقت کے ایسے ہی تابع ہیں جیسکہ مخاطب تو کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ باتباع آیہ اولوا الامر وہ ایسا کرتے ہیں نہیں ہرگز نہیں۔ پس بہ دلائل ووجوہ شافیہ واضح ہو گیا کہ اولی الامر مندرجہ آیت حکام دنیا نہیں ہو سکتے۔ بلکہ یہ وہ بزرگ ہیں جو کہ مثل نبی معصوم عن الخطا ہیں مخاطب اور اُن کے ہم خیال انصاف فرمائیں کہ خدا نے قرآن میں کیسے صاف اور صریح حملہ سے امامت کا تصفیہ فرما دیا ہے دوسری جگہ سورہ نساء میں خدا فرماتا ہے واذا جاءھم امر من الامن او الخوف اذاعوبہ ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم الی ابنہ) ترجمہ جو کہ ڈپٹی نذیر احمد خانصاحب بہادر نے کیا ہے۔ اور جب اُنکے پاس امن کی یا خوف کی کوئی خبر آتی ہے تو اُسکو (سب میں اُڑا دیتے ہیں) اور اگر اُس خبر کے بارے میں رسول کی طرف اور اُن لوگوں کی طرف رجوع کرتے ہیں جو اُنمیں برسر حکومت ہیں تو پیغمبر اور حاکموں میں سے جو لوگ اس

(بات کی اصلیت) کو کھود لگانے والے ہیں۔ اُس خبر (کی حقیقت) کو معلوم کر لیتے ہیں۔

اس آیۂ مبارکہ میں خدا نے اولی الامر کو صفت استنباط یاد فرمایا ہے تمام امت کو اسپر اتفاق ہے کہ اہلبیت نبوی سے بالاتر علم میں کوئی نہ تھا پس صاف طور پر واضح ہو گیا کہ اولی الامر وہ ہیں جو کہ وفور علم و کمال سے استنباط مطالب کر سکتے ہیں اور قرآن سے وہ بھی حکم نکالنے میں قدرت تام رکھتے ہیں جو کہ فی الواقع منشار جناب باری ہے۔ چنانچہ بہ حکم حدیث ثقلین نبی نے اپنے اہلبیت کو قرآن سے شیرازہ بند کر کے علی الاعلان فرما دیا کہ علی مع القرآن و القرآن مع علی علی کتاب خدا کے ساتھ ہیں اور وہ ان سے چسپیدہ ہے حضرت مخاطب توجہ فرمائیں کہ ملوک و سلاطین دنیا سے یہ مضمون کیونکر حیاں ہو سکتا ہے۔ شاہاں دنیا بجائے خود رہے جن بزرگواروں کو حضرات سنیہ خلیفہ رسول کہتے ہیں وہ بھی علوم میں محتاج اہلبیت تھے اکثر موقع پر مسائل مشکلات کے جواب میں عاجز ہو کر حضرت عمر نے لولا علی لھلک عمر فرمایا ہے وجہ یہ تھی کہ خلفاء ثلثہ شروع پیری اور ڈھلتی ہوئی جوانی میں اسلام لائے تھے اس عمر کے جہلا کا عالم ہونا ایسا ہی بعید العقل ہے کہ جیسا فی المثل بوڑھے طوطے کا پڑھنا اور حضرات امیر و جناب ختمی مرتبت کا تعلق بمفاد حدیث انا و علی من نور واحد ازلی تھا دنیا میں علی نے نبی کے گود میں پرورش پائی بجائے شیر مادر دہن اقدس کا لعاب نوش فرمایا ہر قسم کے علوم کو آنحضرت سے سیکھا سوائے نبی کے دنیا میں کوئی اُن کا معلم نہوا آن واحد کو نبی سے جُدا نہوئے روز مباہلہ نبوت آنحضرت کو درجہ صداقت پر پہنچانے کے لئے میدان بددعا میں مع بچوں اور بی بی کے جلو گر پس قرآن سے استنباط مطالب کرنے کی وہ ہی قابلیت رکھتے تھے۔ اور یہ ہی عزت و جلالت باعث ہوئی کہ وہ بعد نبی اولی الامر کے معزز خطاب سے بہرہ ور ہوئے بہ نظر اطمینان جناب مخاطب حقیر یہ بھی عرض کئے دیتا ہے کہ آنحضرت نے اولی الامر کو حکام دنیا سے تعبیر نہیں فرمایا بلکہ اپنے صحابہ سے فرما دیا کہ قرآن میں جو لفظ اولی الامر وارد ہوا ہے اس کے مورد ہمارے اہلبیت ہیں

چنانچہ جمال الدین محدث روضۃ الاحباب میں لکھتے ہیں کہ از جابر بن عبداللہ روایت ست
قال لما نزلت اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فقال یا رسول اللہ عن
اولی الامر الذی امرنا باتباعھم فقال رسول اللہ واولی الامر منکم اولھم علی بن
ابیطالب ثم الحسن ثم الحسین ثم علی ابن الحسین ثم محمد بن علی المعروف فی اللہ رادّ یا بست
فاذا لقیتہ فاقراہ منی السلام ثم الصادق جعفر بن محمد ثم موسیٰ بن جعفر ثم علی بن
موسیٰ ثم محمد بن علی ثم علی بن محمد ثم الحسن بن علی ثم سمی و کنیتی حجۃ اللہ فی ارضہ وبقیتہ
محمد بن الحسن یفتح اللہ عزوجل علی یدیہ مشارق الارض ومغاربھا وانتعت
بعینہ من شیعتہ واولیاءہ الی آخرہ جابر کہتے ہیں کہ جب آیہ اولی الامر نازل ہوئی تو ہم
پوچھا کہ وہ کون لوگ ہیں جن کی اطاعت ہم پر فرض کی گئی ہے آنحضرت نے بارہ اماموں کے
نام بتلا دیئے جامع الاصول میں لکھا ہے المہدی من ولد فاطمۃ والخلافۃ الا فیھم
یعنی جناب امام مہدی آخر الزمان علیہ السلام اولاد جناب فاطمہ سے ہیں اور نہیں ہے خلافت
مگر ذریت سیدہ میں سید علی ہمدانی جن کی توصیف شاہ ولی اللہ وغیرہ نے اپنی تالیفات
میں کر کے مذہب اہل سنت کا ان کو قطب الاقطاب بیان کیا ہے کتاب مودۃ القربیٰ میں لکھتے
ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا انا سید النبیین وعلی سید الوصیین والاوصیاء من بعدی
اثنی عشر اولھم علی واخرھم المھدی آنحضرت نے فرمایا کہ ہم سرور انبیاء ہیں اور علی سردار
اوصیا ہمارے بعد بارہ وصی ہوں گے جن کے پہلے علی اور آخر میں مہدی ہیں
سوائے ازیں علامہ ابراہیم بن محمد الحموینی کتاب فرائد السمطین میں ایک طولانی عبارت لکھتے
ہیں جسکا اردو یہ ہے ۔ صحابہ نے آنحضرت سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آیہ اطیعوا اللہ واطیعوا
الرسول واولی الامر منکم و آیہ انما ولیکم اللہ و آیہ لم تتخذوا من دون اللہ ولا رسولہ ولا
المؤمنین ولیجۃ عام مومنین کے حق میں نازل ہوئی ہیں یا خاص کے حضرت امیر نے فرمایا
ہے کہ آنحضرت پر وحی نازل ہوئی کہ اے نبی جسطرح تونے احکام صلوٰۃ و زکوٰۃ و حج و دیگر امور کو واضح

کرکے بیان کیا ہے اسی طرح ان آیات کا بھی مطلب بیان کردے پس آنحضرت نے میری نیابت و وصایت سے اُنکو آگاہ کیا ابوبکر صدیق و عمر فاروق نے پوچھا کہ ہذا آیات مخصوص بذات مرتضوی ہیں آنحضرت نے فرمایا کہ سوائے علیؑ و اولاد علیؑ کے اور کسی سے ان کا تعلق ہنیں علی اور اُس کے گیارہ فرزند میرے وزیر و والی ہر مومن ہیں قرآن اُن کے اور وہ قرآن کے ساتھ ہیں جبتک کہ حوض کوثر پر مجھ سے ملاقی ہوں - امام فخرالدین رازی تفسیر کبیر جلد سوم مطبوعۂ مصر کے صفحہ ۳۵۷ سطرہ ۲ پر بذیل تفسیر آیۂ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول یہ عبارت لکھتے ہیں ان اللہ تعالی امر بطاعتہ اولی الامر علی سبیل الجزم فی ھذہ الآیۃ ومن امر اللہ بطاعتہ علی الجزم والقطع لا بد من ان یکون معصوما عن الخطاء اذ لو لم یکن معصوما الی آخرہ ترجمہ کلام امام رازی صاحب یہ ہے کہ جن اولی الامر کی اطاعت کا خدانے حکم دیا ہے اُسکا بالجزم والقطع معصوم ہونا لازمی ہے کیونکہ اگر وہ معصوم نہوا تو لازم ہوگا کہ خدانے اہل معصیت کی اطاعت کا حکم دیا جن سے احکام میں خطا کا واقع ہونا ایک لابدی امر ہے جناب مخاطب تلاش معصومین کے لئے جب سرگرم ہوں گے انشاء اللہ سوائے خاندان نبوت کے کسی دوسرے میں یہ صفت نہ پائیں گے - اگر حضرات ثلاثہ کی طرف بہ نظر تحقیقات معصومیت کے لیے نگاہ اُٹھائیں گے تو شاہ صاحب کے فیصلہ پر جو کہ تحفہ میں اُن کی نسبت ان لفظوں سے کرگئے ہیں دکہ خلفاء ثلثہ نہ معصوم آند و نہ منصوص - مطلع ہوکر کبھی بھولے سے بھی معتقد عصمت نہوں گے چونکہ مخاطب ذیعزت صحیح بخاری و مسلم شریف وغیرہ کو زیادہ با اعتبار جانتے ہیں - لہذا کتب مذکورۃ الصدر سے چند احادیث نقل کئے دیتا ہوں جس سے اُنکو معلوم ہوجائے گا کہ اولی الامر کیا عزت رکھتے ہیں اور اُن کی خلافت اور امامت کے اعتقاد کو اہل اسلام سے کہاں تک علاقہ ہے -

روایات بخاری صحیح بخاری میں بروایت جابر ابن سمرۃ وارد ہوا ہے قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یکون بعدی اثنی عشر امراً کلھم من قریش -

(۲) بخاری شریف میں بروایت ابن عتبہ وارد ہوا ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا یزال امر الناس ماضیا ما ولیہم اثنی عشر رجلا ثم تکلم صلی اللہ علیہ وسلم بکلمۃ خفیت فقالت الی ماذا قال رسول اللہ فقال کلہم من قریش صحیح مسلم جلد دوم میں کتاب الامارۃ دیکھو چند احادیث حسب مضمون بالا وقف نظر ہوں گے تمام روایات مندرجہ صحاح کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا امر اسلام ہمیشہ رہیگا اور جبتک بارہ بزرگوار ہمارے خلیفہ ہونگے جب تک کہ وہ نہ ہو لیں گے اسلام تمام نہوگا جناب مولوی خلیل احمد صاحب اپنی مولفہ کتاب ہدایات الرشید میں لکھتے ہیں کہ وہ خلفاء دوازدہ گانہ اپنے مخالفوں پر غالب آئیں گے اور اُن کے اوقات میں وقوع فتنہ وفساد نہوگا - احادیث میں صرف اُن کی تعداد بیان کی گئی ہے نام کیوں نہیں بتایا گیا - لہذا حضرات اہل سنت نے جنکو بعد آنحضرت خلیفہ رسول سمجھا اُن کے اسمائے گرامی یہ ہیں - ابوبکر - عمر - عثمان - علی - معویہ یزید - عبدالملک - ولید - سلیمان - شہزادہ یزید ثانی عمر ابن عبدالعزیز - رسالہ عطر ایمان مولفہ جعفر مطبوعہ ریاض فیض نگینہ کے صفحہ ۲ و ۵ و ۸ کو دیکھو انشاء اللہ سب راز کھل جائے گا

بخلاف اہل سنت شیعہ نے بارہ خلفاء اونکو سمجھا ہے جو کہ تمام عالم میں اولاد رسول سے بارہ امام ہیں اور جن کے نام صحابہ کو آنحضرت نے بوقت نزول آیہ اولی الامر بتلا دیے تھے افسوس ہے کہ حضرات اہل سنت نے بہ مخالفت وضدیت اہلبیت ہونی کا خلیفہ ماننا گوارا نہ کیا - مگر یزید و ولید و عبدالملک وغیرہا کو امام مان لیا مجکو مخاطب کے انصاف سے قوی اُمید ہے کہ اب انکو اس انکار پر جرات نہوگی کہ ذکر امامت سے اوراق قرآن خالی ہیں بحمد اللہ آیت واحادیث مرویہ طریق سینہ سے ایسا ثبوت دیا گیا کہ سوائے تسلیم کوئی چارہ نہ ہوگا

سوال سوم

آنحضرت نے جناب امیر کو بہ الفاظ ظاہر اپنے بعد خلیفہ رسول نہ بتلایا اور یہ کس لئے نہ کہا کہ یہ لوگ ضرور تم سے اُن کی خلافت کو تسلیم نہ کریں گے اگر حضرت صاف لفظوں میں کہہ جاتے تو منازعہ خلافت

بلافصل کے نامنجار سمجھنے میں کوئی واہمہ نہ رہتا۔

جواب

افسوس ہے کہ مخاطب نے اپنے کتب خانہ کی سیر نہیں کی ورنہ اُن کو وہ احادیث ملجاتیں جن میں بیانا آپ صلی اللہ علیہ والہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ بعد ہمارے علی خلیفہ ہونگے۔ حقیر نے چند احادیث ثبت خلافت مرتضوی مطرقہ کے جواب میں لکھدی ہیں مخاطب انکو ملاحظہ فرماکر اپنا اطمینان فرماسکتے ہیں۔ اسجگہ بطور اختصار عرض کرتا ہوں کہ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی تحفہ میں لکھتے ہیں بحوالہ مشکوٰۃ کہ آنحضرت نے صحابہ سے فرمایا کہ اگر ابو بکر کو خلیفہ کروگے تو سچا اور با امانت پاؤ گے عمر کو باانصاف دیکھوگے علی کو بعد ہمارے خلیفہ کیا تو تمکو سیدھا بہشت میں پہنچا دے گا۔ مگر مجھکو یقین نہیں ہے کہ تم اُن کو خلیفہ کرو جناب مخاطب غور فرمائیں جبکہ راہ بہشت متعلق بہ اطاعت مرتضوی تھا اور بعلم نبوی صحابہ ایسے شخص کی خلافت کو ناپسند فرماتے تھے تو اس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ اُن لوگوں کو جنت کی ضرورت نہ تھی دنیا کے بندے تھے سو اُس نے اُن سے خوب موافقت کی مخاطب چاہتے تھے کہ رسول نے کیوں ظاہر فرمایا کہ یہ لوگ علی کو خلیفہ نہ ہونے دیں گے شکر خدا کہ تحریر مشکوٰۃ وتحریر شاہ صاحب سے واضح ہوگیا کہ صحابہ ایسے طالب دنیا تھے کہ باوصف انعام جنت حضرت امیر کی خلافت سے دلتنگ تھے حضرت امیر کو بھی بجائے خود یہی یقین تھا کہ صحابہ مجھکو بعد نبی خلیفہ نہ ہونے دیں گے چنانچہ بخاری شریف کے جزء ششم میں صفحہ ۳۷۹ پر لکھا ہے کہ حضرت عباس نے بوقت وفات آنحضرت میں حضرت امیر سے فرمایا کہ در باب خلافت حضرت سے پوچھ لیا جائے جناب امیر نے فرمایا کہ وہ سوائے میرے کسی کو اپنا خلیفہ نہ بنائیں گے مگر صحابہ مجھکو تخت خلافت کے پاس نہ آنے دیں گے ہر چند کہ بجواب مطرقہ میں متعدد احادیث لکھ چکا ہوں جنمیں آنحضرت نے جناب امیر کو اپنا خلیفہ قرار دیا ہے۔ لیکن ایک حدیث اسجگہ بھی لکھے دیتا ہوں تاکہ سائل کا پورا جواب ہو جائے حموینی نے کتاب فرائد السمطین میں لکھا ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من احب ان یرکب سفینۃ النجاۃ ویستمسک بالعروۃ الوثقیٰ ویعتصم بحبل اللہ المتین فلیوال علیا

ولیعاد عدوہ ولیاتم بالائمۃ الھداۃ من بعدہ فانھم خلفائی واوصیای وحجۃ اللہ علی خلیقتہ من بعدی وسادات امتی وقواد الاتقیاء الی الجنۃ حزبھم حزبی وحزبی حزب اللہ وحزب اعدائھم حزب الشیطان) یعنی آنحضرت نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کو سفینہ نجات پر سوار ہونے اور خدا کی مضبوط رسی پکڑنے کی خواہش ہو تو اسکو چاہیئے علی سے محبت اور اُن کے دشمنوں سے عداوت کرے اور نیز اولاد علی سے بھی راہ موالات اختیار کرے کیونکہ بعد میرے وہ خلیفہ واوصیا اور حجت خدا ہیں اور امت کی سرداری اور اتقیاء کی راہ نمائی اُن سے متعلق ہے اُن کا لشکر میرا لشکر ہے اور میرا لشکر خدا کا لشکر ہے اور اُن کے دشمنوں کا لشکر شیطان کا لشکر ہے امید ہے کہ جناب مخاطب حسب وصیت رسول اکرم حضرت امیر کی خلافت کے معتقد ہوکر لشکر خدا میں اپنا نام لکھانے کی کوشش کریں گے اور نیز اعیان مرتضوی کو خدائی فوج سمجھیں گے سوائے ازیں رسالہ آفتاب خلافت میں حقیر نے ثابت کر دیا ہے کہ بوقت نزول آیۃ وانذر عشیرتکم الاقربین۔ آنحضرت نے حضرت امیر کو اپنا خلیفہ مقرر کرکے تمام کنبہ کو اُن کی اطاعت کا حکم دیا

سوال چہارم

جبکہ بہ قول شیعہ خلفاء ثلاثہ بدراہ کنندہ خلایق تھے تو آنحضرت نے اُن کو اپنے پاس سے علیحدہ کیوں نہ کر دیا اور ایسے لوگوں سے رشتہ وقرابت کا سلسلہ کیوں ڈالا جس پر گہری نظر ڈالنے سے سخت پیچیدگی لاحق ہوتی ہے اور بعضر در حضرات ثلاثہ کے ذیحق اور صاحب مرتبہ ہونیکا یقین پیدا ہوتا ہے

جواب

حقیقت الامر یہ ہے کہ آنحضرت کو خدا نے ترویج دین واشاعت ملت کے لئے مبعوث فرمایا تھا اخلاق کریمانہ سے لطف ومدارا پیش آنا آپ کا فرض ذاتی تھا مطلب یہ تھا کہ لوگ اُن سے وحشت نکریں بلکہ خلق ومروت دیکھ کر اُن سے پیوستگی اختیار کریں۔ چنانچہ آپ کو جو حکم باری دربارہ معاشرت تھا وہ پارہ دلن تما) میں اسطرح بیان کیا گیا ہے فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم ولو کنت

فظا غلیظ القلب لا نفضوا من حولک یعنی اے ہمارے حبیب رحمت سے تو اُن کے لئے نرم طبیعت وحلیق مزاج ہوا اور اگر تو تندمزاج وسخت طبیعت ہوتا تو تیرے پاس یہ لوگ ہرگز نہ آتے بلکہ گریز و فرار اختیار کرتے مخاطب ، شاء اللہ دنی فہم ہیں بجائے خود انصاف فرمائیں کہ آنحضرت کے لشکر میں تین طرح کے آدمی تھے ۔ مومن ۔ مولفۃ القلوب ۔ منافق ہم نے آجتک نہیں سنا کہ ان اقسام ثلاثہ کے لوگوں سے آنحضرت نے کسی کو دھتکار دیا ہو بحکم آیہ وافی ہدایہ یا ایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین آنحضرت بالخصوص قتال اہل نفاق پر مامور ہوئے تھے مگر بعض مصالح سے خود نہ کیا بحکم یا علی حربک حربی دست مرتضوی پر اُس کو موقوف ومحمول کر دیا ۔ رشتہ دمراد صرف شیخین ہی سے نہیں کیا بلکہ ابوسفیان کی بیٹی مسماۃ ام حبیبہ بھی آنحضرت کی زوجیت میں داخل تھیں بلکہ اس سے بالاتر چند کفار بھی آپ کے خسر تھے مطلب ان تنرارت پیشہ لوگوں کے خسر بنانے سے یہ تھا کہ شاید تقرب واختصاص سے اُن کے خصائل ذمیمہ بدل جائیں ۔ اور عادات قدیمہ چھوڑ کر راہ راست اختیار کریں مگر تقولے درختے کہ تلخ ست دیرا سرشت + اگر در نشانی بباغ بہشت + واز جوئے خلدش بہ ہنگام آب + بہ بیخ انگبیں ریزی وشہد ناب + سرانجام گوہر بہ کار آورد + ہماں میوۂ تلخ بار آورد ۔

نبی کی صحبت شبانہ روزی وتعلقات شبانہ روزی وتعلقات رشتہ مندی نے ان لوگوں کو کچھ بھی فائدہ نہ دیا ۔ ملا جامی فرماتے ہیں **بیت** ہر کہ را دی بہ بہبود مود + دیدن روئے نبی سود نبود صاحب صواعق محرقہ جو کہ اہلسنت کے بڑے معتمد عالم ہیں تحریر فرماتے ہیں ان بنی تیم و بنی عدی کانوا اعداء لبنی ھاشم فی الجاھلیۃ یعنی حضرت ابوبکر وعمر کا خاندان بنی ہاشم سے قدیمی عداوت رکھتا تھا ۔ پس جناب شیخین کی بیٹیوں سے آنحضرت نے اسے واسطہ تعلق پیدا کیا تھا کہ شاید عداوت قدیم مستحیل بہ موالات ہو جائے مگر افسوس ہے کہ آنحضرت کی صحبت شبانہ روزی ومجلس نشینی نے اُن کے دلوں سے اُس مواد عداوت کو نہ نکالا ۔ بلکہ اور ترقی پذیر ہو کر خاندان نبوت کی بربادی کا سبب ہو گیا ۔ نبی محب خدا تھے اُن کا کام احکام خدا کا پہنچانا

بہ محبت و اخلاق معاشرت کرنا تھا سو اسکو بہ احسن الوجوہ کر دیا اب ماننا نہ ماننا خلایق کے اختیار میں تھا۔ میں بالتمیز مخاطب کو دنیا کے لوگوں میں اُسکی مثال تبلاتا ہوں ہندوستان میں جو سرکش راجپوت تھے۔ سلاطین اسلام نے اُن کی بیٹیوں کو صرف اس واسطے لیا تھا کہ بوجہ رشتہ داری شر و فساد دور ہوکر ملک میں امن پھیل جایگا متمدن لوگ اکثر ایسا کرتے ہیں مگر بندی رشتہ خلفاء کی اصلاح حال کا سبب نہیں ہوسکتا۔ مخاطب کو چاہیے کہ کردار شایستہ سے اُن کا ذیعزت ہونا ثابت فرمایئں۔

سوال پنجم

جبکہ رسول اکرم کی ازواج مطہرات ام المومنین کہی جاتی ہیں تو اس لحاظ سے وہ جناب سیدہ وحسنینؑ کی مایئں ہوہیں اندریں صورت اُن کی خدمت میں یہ گستاخی کیوں کی جاتی ہے جسکو شیعہ کرتے ہیں۔

جواب

حضرت طلحہ نے جبکہ آیۂ حجاب نازل ہوئی یعنی پردہ زنان کا حکم صادر ہوا تو فرمایا کہ محمد اپنی بیبیوں کو اب پردہ میں بٹھایں اُن کی وفات کے بعد میں عائشہ کو اپنے نکاح میں لاؤں گا حضرت طلحہ کی بدنیتی سے جناب احدیت نے بغرض تحفظ عزت نبوی حکم دے دیا کہ ازواج نبی ام المومنین ہیں یعنی جس طرح اصلی ماں سے تم نکاح نہیں کرسکتے ایسے ہی نبی کی بیبیوں کو عقد میں نہیں لاسکتے۔ حضرت طلحہ عند السنۃ حواری رسول ہیں مضمون بالا سے اُن کے ایمان کا اندازہ کرنا چاہیے کہ احکام خدا کا کس خوبی سے اعتقاد و اعزاز فرماتے تھے اور ناموس نبی کو کس نگاہ سے دیکھتے تھے عجب نہیں کہ بی بی عائشہ پر ان کی بدنظری باعث نزول آیۂ حجاب ہوا تھا پس ہم حضرت عائشہ وحفصہ و دیگر ازواج کو ان عیوب سے بری جانتے ہیں جوکہ ذی عزت عورتوں کے منافی شان ہیں جو شخص اُن کو بُرے لفظوں سے یاد کرے یا کہ انپر کوئی ایسا الزام لگائے جس سے اُن کی پاکدامنی پر حرف آئے اسکو ہم

تمام شیعہ فاسق جانتے ہیں۔ البتہ بجرم عداوت اہل بیت اُن کی ذات پر وہ حملہ قرآنی وارد
کرتے ہیں جو کہ کاذب و ظالم پر قرآن میں وارد ہوا ہے اور جبکہ اُن کی سوئے کرداریوں پر مخاطب
مطلع ہوں گے مثل ہمارے وہ بھی اُن الفاظ کے پیش کرنے میں مضائقہ نفرمائیں گے۔ حضرت
عائشہ جو کہ عند السنیہ نہایت معزز ہیں۔ خلاف حکم خدا اور رسول گھر سے باہر نکل کر حضرت امیر سے
برسر جنگ ہو کر ہزارہا مومنین کے قتل کی باعث ہوئیں امام حسن علیہ السلام کے جنازہ پر تیر
چلوائے دیکھو اصل الحقیقت برد الحقیقت مولفہ جعفر مخاطب خود انصاف فرمائیں کہ اگر بی بی صاحبہ
کو بجرم معاملات بالا الفاظ معلومہ سے یاد نہ کیا جائے تو کیا ایسی محرب اسلام و دشمن خاندان
نبوت کی روح پر سورہ فاتحہ پڑھی جائے خدا نے سورہ تحریم میں خبر دے دی ہے کہ اُن کے
دل ٹیڑھے ہو گئے تھے جملہ فقد صغت قلوبکما قابل تلاوت ہے خدا نے نبی کو اُن کے
اندرونی منصوبوں پر مطلع فرما کر آگاہ کر دیا تھا کہ یہ دونوں (عائشہ وحفصہ) تمہاری ایذا دہی
و صدمہ رسانی پر کمر بستہ ہیں مگر ان کے کوئی تدبیر اذیت رسا نہوگی کیونکہ خدا و جبرئیل و صالح
المومنین و دیگر ملائکہ تمہاری امداد کو موجود ہیں اُن کی نامسلمانی کو بھی (خیرا منکن مسلمٰت
مومنٰت) سے ظاہر کر دیا بالآخر زوجہ نوح و لوط علیہم السلام کو جو کہ کافرہ تھیں اُن کے
ساتھ مثال میں پیش کر دیا۔ پس ایسی عورتوں کو پیشوائے دین سمجھنا خیلے بعید العقل ہے۔
اگر بقدر مخاطب اپنے کتب خانہ کی سیر فرمائیں گے تو بی بی صاحبہ پر احکام کفر جاری کر کے اُن
سے وہی برتاؤ کریں گے جو کہ کافروں سے کرتے ہیں جناب شاہ عبدالعزیز صاحب نے تحفہ
کے باب دوازدہم میں صفحہ (۲۲۶) پر لکھتے ہیں) محارب حضرت مرتضیٰ اگر از راہ عداوت و بغض
ست نزد علمائے اہل سنت کافر ست بالاجماع و ہمیں ست مذہب ایشاں در حق خوارج و
اہل نہروان) شاہ صاحب نے محاربین حضرت امیر کے لئے بغض و عداوت کی شرط لگائی ہے
یعنی اگر از راہ عداوت لڑے تو کافر ہیں اور اگر دوستانہ طریقہ سے جنگ کی۔ تو میں نے
آج تک نہیں سنا کہ جو شخص باہم (یں) محاربین سے بیزار ہو گئے خون سے نہائیں اور پھر محارب

ایک دوسرے کے دوست بھی ہوں ۔لیکن حضر ثابت کئے دنیا ہے کہ یہ جنگ مصنوعی نہ تھی جسکا امتحان افواج کے لئے کیجاتی بلکہ مخالفانہ تھی خود صاحب تحفہ بذیل مطاعن ابو موسیٰ اشعری لکھتے ہیں در نفتیکہ حضرت امیر بر سریر آرائے خلافت راشدہ بیچیہ رشد بقدر مقدور در تسکین فتنہ و دفع مخالفان کہ طلحہ و زبیر وام المومنین عائشہ صدیقہ و ابویعلی بن امیہ وابو موسیٰ اشعری و دیگر صحابہ کرام بودند کوشش وسعی فرمود واز قتل و قتال وجنگ وجدال با ایشاں باک نفرمود نظر بہ واقعات صدر کرکے بی صاحبہ کے مقدمہ میں مخاطب خود اپنی رائے سے فیصلہ صادر فرمائیں ۔

سوال ششم

بوقت مشورہ حضرت علی نے کیوں خلفا رکو ایسی رائے دی کہ جس سے انکو امر مشورہ طلب میں کامیابی ہوئی اگر حضرت امیر حسب اعتقاد شیعہ انکو متصرف امر ناجائز جانتے تھے تو لازم تھا کہ ایسی کج رائے دیتے کہ جس سے اقتدار خلافت برباد ہو جاتا ۔

جواب

بے شبہہ معاملات دینی و امور تمدنی میں خلفا ر نے جب حضرت امیر سے مشورہ طلب کیا آپ نے انکو نیک رائے دی یہ بات حضور انور کی انتہائے اہلیت پر دلالت کرتی ہے کہ باوصف مخالفت اچھی تدابیر تبلاتے تھے ورنہ مخالف کا راہ نیک تبلانا بعید الخیال ہے حقیقت واقعی یہ ہے کہ حضرات خلفا رحسب الارشاد نبیؐ و مشاہدہ ذاتی و تجربہ متواتر خوب جانتے تھے کہ تمام اسلام میں علی سے زیادہ مصالح دین کا جاننے والا کوئی دوسرا شخص نہیں ہے اور اصلاح حال اسلام اُن کا شیوہ خاص ہے ۔ممکن نہیں کہ کبھی کوئی ایسی رائے دیں جس سے دین نبوی کو کوئی ضرر پہنچے ۔ لہذا جب خلفار کو دینی یا دنیاوی کوئی مشکل پیش آتی تھی اور حضرت امیر سے رجوع کرتے تھے تو آپ بنظر حفاظت اسلام واز دیادی عزت دین وہی رائے دیتے تھے کہ جسکا علم اُن کو نبی سے پہنچ چکا تھا یا انکہ اُن کی عقل صائب اجازت دیتی تھی ۔معاملات متعلقہ بہ فلاح اسلام میں نیک صلاح دینی آپ کی خوش نیتی اور اپنے بہائی کی بیسے مذہب کی حمایت و نگہبانی پر دلالت کرتی ہے نہ کہ خلفا کی دوستی ومحبت پر چونکہ خلفا ر یہ بہانہ ترقی اسلام ریاست

کو بڑھاتے تھے اور جہاد کی آڑ لیکر لوگوں پر ظاہر کرتے تھے کہ ہم دین محمدی کی ترویج کرتے ہیں لہذا ایسے موقع پر جب آپ سے رائے طلب کیجاتی تھی تو جناب اُن لوگوں کے مقصد دنیا طلبی سے قطع نظر کرکے غرض ظاہری جسکا تعلق عرف اسلام سے تھا ملحوظ خاطر فرماکر وہ متین و اثر خیز تدبیر بتلاتے تھے کہ جس سے دین نبوی کا وقار بڑھے اور بہ نظر کفار اُس کے اقتدار میں قوت ہو دیکھو جبکہ کفر و اسلام کا مقابلہ ہوتا ہے اسوقت تمام مسلمان چہ شیعہ و چہ سنی سب ایک ہوکر بر سر مدافعت ہو جاتے ہیں جو علمائے اہل سنت مسجد میں وعظ فرماتے رہتے ہیں کہ تعزیہ نہ بناؤ۔ مجالس برپا نہ کرو ماتم کے لئے ہاتھ نہ اُٹھاؤ تنازعات محرم میں دیکھا گیا ہے کہ وہ ہی علماء نقل ضریح اقدس کو سر پر اُٹھائے اُٹھائے دم پنجتن کہتے پھرتے ہیں اور مع اپنے مقلدین کے حلقۂ ماتم میں کھڑے ہوکر ایسے جوش سے سینہ زنی کی ہے کہ سبحان اللہ چونکہ کفر و اسلام کا تنازع ہوتا ہے۔ لہذا اسوقت سنی صاحب یہ خیال نہیں کرتے کہ ہم امر ناجائز کی تائید کیوں کریں علیٰ ہذا حضرت امیرؑ نے خلفاء کی اسی جہت سے امداد کی کہ وہ خلعت اسلام پہنکر کفار عرب سے دست و پنجہ ہوتے تھے اور خدا کی وحدانیت و اقرار نبوت پر لوگوں کو مسلمان بنا کر فتح ممالک کرتے تھے۔ اگر ایسے مواقع پر حضرت امیرؑ اُن کی مشکلات کو حل نہ فرماتے تو گویا ترویج اشاعت اسلام ظاہری سے مانع ہونے کا الزام اُٹھاتے۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت نے تقریباً ۲۳ برس تک ظاہری طور پر نبوت کی جس کا اثر پورا پورا تمام ملک عرب میں ہوا تھا بعد رحلت آنحضرت قبائل عرب میں ارتداد شروع ہو گیا تھا اکثر علمائے ممالک غیر سے بعض امتحاناً و بعض استفاذتاً حالات اسلام دریافت کرنے کے لئے آتے تھے تاکہ حقیقت حال پر مطلع ہوں۔ عقلاء غیر مذاہب کو جواب مسکت و تسلی بخش دینا اُس شخص کا کام تھا کہ جس نے بچپنے میں زبان نبی چوس کر بہ برکت لعاب دہن اقدس علوم اولین و آخرین کی ماہیت پر اطلاع پائی ہو۔ جسکی خود رسول مقبول نے اقضیٰ ترین امت (بڑا جج) و "اذن واعیہ" (یاد رکھنے والا کان) کا خطاب دیا ہو اور اپنے علوم نا متناہی کا دروازہ بتایا ہو۔ جس کو خدا نے نفس نبی تجویز فرمایا ہو۔ جس کو نبی نے بقول مخالف و موالف ہزار باب علم تعلیم کئے ہوں جسکو رسول نے بہ مفاد حدیث القرآن مع علی و علی مع القرآن حامل رموز قرآن ارشاد فرمایا ہو جس کے باب میں نبیؐ نے بقول امام فخر الدین

رازی نے بگروہ علمائے اہل سنت در باب شرکت امر نبوت اُن لفظوں میں عالی ہو جن میں جناب موسیٰ نے حضرت ہارون کے لئے کی تھی اِن صفات جمیلہ کا حامل سوائے علی مرتضیٰ کے تمام صحابہ میں کوئی نہ تھا جانشینان نبی یعنی حضرات خلفائے ثلٰثہ جن سے بوجہ تعلقات ظاہری خلائق دریافت کرنے آتی تھی علوم دینی سے ایسے بے بہرہ تھے کہ بسم اللہ و الحمد للہ و سبحان اللہ تک معنی نجانتے تھے دیکھو کتاب زین الفتیٰ مؤلفہ علامہ عاصمی حضرات ثلاثہ کا مسائل سے جہل بطور فہرست حقیر نے رسالہ ورلے بہا میں بیان کردیا ہے دینی معاملات کا جاننا تو علم پر موقوف ہے اُنکو سیدھی طرح پیشاب کرنا بھی نہ آتا تھا۔ تو ہم کشادگی مقام معروف کھڑے ہوکر پیشاب کرتے تھے بیٹھ کر موتنا مضر بتلاتے تھے رسالہ بحث نفحہ میں حقیر نے جناب عمر کا وہ قول بھی نقل کردیا ہے جو کہ اُن کی زبان مبارک سے ایں الفاظ صادر ہوا تھا کہ بیٹھ کر پیشاب کرنے سے چوڑی ہو جاتی ہے اور کھڑے ہوکر موتنے سے منقبض رہتی ہے۔ جن وجوہ سے خلیفہ صاحب مقام معلوم کو تنگ رکھنا بحق خود افلح سمجھتے تھے اسکو بزبان قلم پر لانا پسند نہیں کرتا البتہ میاں شیر کے دفتر میں اُسکا پتہ لگ سکتا ہے سوائے اس بعد فراغت۔ پانی سے نہ دھوتے تھے بلکہ سر پیشاب گاہ کو انگلیوں میں دبا کر دیوار وغیرہ اسطرح رگڑا کرتے تھے کہ جیسے بندر سانپ کے کچنہ کو مل ڈل کر بیجان کر دیا کرتا ہے۔ عرب میں جاکر دیکھئے اسوقت بھی اکثر آدمی دیوار یا زمین سے رگڑتے ہوئے نظر آئیں گے۔ یا تمیز سنی کیقدر ترمیم کے بعد آج تک اسی طریقہ اور قاعدہ پیشاب کو ڈھیلے سے خشک کر لیتے ہیں دیوار یا زمین سے چسپاں نہیں ہوتے ایسے شخص دوسرے آدمیوں پر حقایق اسلام کیونکر ظاہر کر سکتے تھے۔ اُن کی کچہری میں سوالات علمی کا جواب سوائے لاٹھی سونٹے۔ لات گھونسے اور کچھ بھی نہ تھا۔ چنانچہ مذاہب غیر کے چند آدمی بہ جرم دریافت حالات اسلام زیر کفش زدہ کیے گئے اسوقت میں جبکہ اسلام تازہ تھا اور لوگوں کی طبائع میں وقعت ایمان پورے طور پر جاگزین نہوئی تھی اگر حضرت امیر علی علو نکو نہ روکتے اور علمائے غیر مذاہب کو جواب شافی نہ دیتے تو کشتی اسلام جس کے ملاح آپ کے حالات سے بے خبر تھے چکر کھا کر بیٹھ جاتے۔ خلفاء کا کیا بگڑا تھا۔ عرب کے بدو

سوائے لوٹ کھسوٹ اور مار دھاڑ کچھ بھی نہ جانتے تھے ۔ ارتداد ظاہری اختیار کرکے پھر وہی پیشہ
کرنے جسکو قبل از اسلام کرتے تھے (لوٹ) حضرت امیرؑ خوب جانتے تھے کہ یہ لوگ تو مغلوب کفار ہوکر
دامن جہاد کے الگ ہو جائیں گے ۔ لیکن میری خاموشی و پہلو تہی بنیاد اسلام کو ڈھیلا کرکے انجام
کار حصار دین کو گرا کر زمین سے ملا دے گی لہذا آپ نے تمام خلفا اور اکثر حضرت عمرؓ کا مشکلات کو
حل فرمایا جناب دوم کا یہ قول مشہور عالم ہے کہ خدا اس روز عمر کو دنیا سے اٹھائے جبکہ انحلال
معضلات کے لئے علیؑ موجود نہوں اسی واسطے ہر وقت اُن کے مُنہ میں شکریہ کے لئے بڑا لمبا
فقرہ (لولا) رہتا تھا حسب روایات اہلسنت ایک جنگ میں جانے کے لئے حضرت عمر نے مشورہ
لیا کہ میں بذات خود میدان میں جانے کا ارادہ رکھتا ہوں جناب امیرؑ نے فرمایا کہ آپ نجائیں یہیں
بیٹھے بیٹھے تدابیر کرتے رہیں اُن کا روکدینا عین حمایت اسلام تھی کیونکہ اگر حضرت عمر کوئی نامی
سپہ سالار یا جنگ آزما بہادر ہوتے اور کبھی صف جنگ میں کوئی نمایاں کام کیا ہوتا تو حضرت
امیرؑ ایسے بہادر فاتح کو جس کی دشمن کے مقابلہ میں ضرورت ہوتی ہے کبھی نہ روکتے بلکہ بہ اصرار
آمادہ کرتے۔ لیکن وہ تو اُن کو بدر و اُحد و خیبر و حنین میں دیکھے ہوئے تھے خوب جانتے تھے کہ یہ
بزرگ حرب گاہ میں زیادہ ٹھیرنے کے عادی نہیں اور آلات جنگ کی تابش و چمک سے خیرہ چشم ہوکر
کافور مزاج ہو جاتے تھے ۔ اگر عین ہنگامہ میں اِن کے حسب عادت قدیمانہ پیر اُکھڑ گئے اور حرب
گاہ سے کھسک کر کیمپ میں چلے آئے تو کفار سردار اسلام کی نردلی پر مطلع ہو کر سمجھ لیں گے کہ یہ گروہ چنداں
با وقعت نہیں ہر چیز کی قدر و منزلت وہ ہی جانتا ہے جو کہ اُسکو بناتا اور پیدا کرتا ہے۔ کوئی
ہرا بھرا شاداب باغ اگر اس شخص کے سامنے اُجڑ جائے جس میں بیٹھ لیٹ کر اُسنے باغبانی کی ہو اور
گرمی کے موسم میں سر پر پانی کے گھڑے رکھ کر انہیں تازگی پہنچائی ہو تو جو صدمہ اُسکو گذرے گا وہ
اس شخص کو نہیں ہو سکتا جس نے اُسکو مول خریدا ہو یا کہ مالک سے بہ جبر و غصب لیا ہو یہ ہی حالت
بعینہ حضرت امیرؑ کی ہے۔ یہ اتفاق امت اسلام کے ہر پودہ نے علیؑ کے خون سے نشو و نما پیدا کیا
اگر علیؑ و اولاد علیؑ کے پاک و طاہر خون کی نہریں نہ چلتیں تو شجر اسلام خشک ہو جاتا۔ سوال اول

کے جواب میں عمرابن عبدود کے کچھ اجمالی حالت میں نے بیان کی ہے ضرورت موقعہ کچھ کر اس کی تفصیلی کیفیت بیان لکھتا ہوں جس کے معائنہ سے انشاءاللہ واضح ہو جائے گا کہ علیؑ نے ابتدائے اسلام میں سربازی کر کے بڑی گہری نیو کھود کر مضبوط پتھر گاڑا تھا۔ اپنے ہمنام کی پر صولت آمد دیکھ کر خلیفہ دوم نے آنحضرت سے عرض کیا کہ آپ کے ہمراہی اس سے مقابلہ نہیں کر سکتے یہ آدمی نہیں بلکہ دیوزاد ہے۔ عمر جیسے پرخشونت و تیز مزاج آدمی سے یہ ہوشربا خبر سن کر لشکر اسلام کے ہوش جاتے رہے کا ٹو تو خون نہ تھا اب کس میں ہمت تیغ زنی نہ رہی حضرت عمر کی تاریخ دانی اور محققانہ خبر نے یہ اثر ڈالا کہ بزدلے بے چھری مرنے لگے۔ آنحضرت ہرچند ترغیب جنگ دیتے ہیں جرات دلاتے ہیں۔ مگر ایک صاحب پیر نہیں ہلاتے۔ حضرت عمر کے فقرات زنجیر پا ہوگئے رسول پاک گھبرا گئے کہ عمر نے اچھی جگہ مادہ تاریخ نکالا کہ لوگ خوف سے نیم جان ہوگئے یہ صورت دیکھ کر حضرت امیرؑ کی آنکھوں میں زمانہ تیرہ و تار ہوگیا۔ درد دین و جوش اسلام سے مودبانہ عرض پیرا ہوئے کہ یا حضرت گو کہ یہ کیسا ہی بہادر کیوں نہ ہو مگر میں ضرور اسکے مقابلہ کے لئے جاؤں گا۔ حضور اجازت میدان عنایت فرمائیں۔ رسول مقبول عطائے رخصت میں نہایت محبت و تعلق طبیعت سے دریغ و مضایقہ فرماتے تھے اور علی اصرار کو حد غایت سے بڑھاتے تھے بالآخر تن تنہا نبی کی دعاؤں کا لشکر لیکر میدان میں گئے اور بعد رد و بدل شدید ایک ضرب میں مثل خیار دو ٹکڑے کر دیا۔ صاحب ماینطق عن الھویٰ نے یہ جملہ فرما کر کہ ضربت علی یوم الخندق افضل من اعمال امتی الی یوم القیامۃ یعنی علی نے جو روز خندق عمر ابن عبدود کے سر پر ضربت لگائی وہ میری امت کے تمام ان اعمال سے افضل ہے جو کہ قیامت تک کریں گے۔ حضرت امیرؑ کی عزت افزائی فرمائی چونکہ علیؑ بہ مثل نبی حافظ اسلام اور اس کے ترقی خواہ تھے لہذا ان سے نہ رہا گیا اور تائید یزدانی و قوت ایمانی سے دشمن دین نبوی کو پیوند خاک کر دیا۔ احد میں اکثر صحابہ و بالخصوص جناب ثلاثہ آنحضرت کو نرغۂ کفار میں چھوڑ کر ایسے تیز قدم ہوئے کہ اپنے مرشد و ہادی کو پیچھا پھر کر بھی نہ دیکھا کہ کفار نے ان سے کیا سلوک کیا

بھلے مالسنونکو یہ بھی یاد نہ رہا کہ زیر درخت ببول (بیعت رضوان) ہم نے کس وعدے پر تجدید بیعت کی تھی۔ علی چونکہ شریک امر نبوت و باعث اجرائے کار شریعت تھے وہ کیونکر معرکہ سے ہٹتے اور رسول اکرم کو تنہا چھوڑتے برابر لڑا کئے نبی کو صدمہ اعدا سے بچایا اور کفار کو پسپا کر کے دین نبی کا بول بالا کیا بدر میں اکثر کفار کا خون بہایا خیبر میں حارث و مرحب کا جو حال بنایا وہ محتاج بیان نہیں پس جس شخص نے اسلامی بنیو کو اسطرح مضبوط کیا ہو وہ کیونکر گوارا کر لیتا کہ علمائے غیر مذاہب کے علمی حملوں کو رد کر کے جواب نہ دیتا اور شیخین کی ایسی درماندگی میں جبکہ وہ عاجز ہو کر جیب در اس نگراں ہوتے تھے مدد نہ کرتا اگر کفار کی نگاہ میں اسلام بے وقعت ہو جاتا تو سوائے نبی و علی کے اور کون تھا کہ اُس باغ کے اُجڑ جانے سے صف ماتم بچھا کر روتا اہل دانش کو غور فرمانا چاہیے کہ حضرت امیر کی وہ رائے زنی و مشورہ دہی خلفاء کے اتحاد سے نہ تھی بلکہ صرف محبت اسلام سے علی اسبات کے بالذات ذمہ دار تھے کہ اسلام کی نگہبانی کریں اور اُسپر کوئی حرز نہ آنے دیں وجہ یہ تھی کہ علی نے نبی کی گود میں پرورش پائی تھی ہمیشہ اُن کی کفش برداری و تابعداری کو اپنا فخر سمجھا تھا تمام رموز اسلام اور اس کے غوامض کو نبی سے سیکھے ہوئے تھے۔ قدرت نے اُن کے قلب کو نور ایمان سے روشن کر دیا تھا۔ صغیر سنی میں بہت استقلال کے ساتھ آنحضرت سے وعدہ کر چکے تھے کہ میں اس دین کی پورے طور پر امداد کروں گا تمام بنی ہاشم و قریش میں یہی ایک ایسے شخص تھے جنہوں نے اجرائے کار رسالت میں مدد دینے سے آنحضرت کو پورا اطمینان دلایا تھا۔ قبل از اشتہار نبوت آنحضرت نے اپنے تمام کنبہ کے لوگوں کو جمع کر کے دعوت طعام کی۔ بعد فراغ فرمایا کہ میں خدا کی جانب سے پیغمبر اولوالعزم مقرر ہوا ہوں قریب ہے کہ جمیع مذاہب باطلہ کو دنیا سے اُٹھا کر جھوٹی بنیاد انکو منزلزل کر کے سچی وحدانیت کی روشنی پھیلاؤں شرک و بدعت و کج اخلاقی کو صفحہ عالم سے مٹاؤں ایسا آفتاب دین روشن کروں کہ جس کے اُجالے سے سب رہرو عرصہ ہمیشہ صراط مستقیم پر قائم ہو جائیں آپ صاحبوں سے جو کہ اس مجمع میں میرے قبیلہ سے موجود ہیں۔ کوئی شخص ایسا ہے کہ اس مہتم بالشان مہم میں میرا مددگار رہے۔ حاضرین جلسہ نے جو کہ محض ظاہر بین تھے اتنی بڑی بات سنکر

گردنیں نیچی کرلیں حالانکہ بوڑھے جوان ہر جنس کے آدمی اس جلسہ میں موجود تھے علیؑ مرتضیٰ
باوصف صغر سنی اُس جماعت سے کھڑے ہوکر کہنے لگے کہ یا حضرت حضور شوق سے اعلان امر
حق فرمائیں میں انشاءاللہ ہر طرح آپ کی امداد کو موجود ہوں تا مقدور و امکان نصرت دین میں
پوری جانفشانی کروں گا آپ کی حمایت و نگہبانی میں جان جیسی عزیز چیز کو بحقیقت محض سمجھوں گا
کم عمر بچے سے یہ منورانہ تقریر سنکر ارباب جلسہ بہ تحیر نگراں تھے کہ یہ نوخیز بچہ ایسے عظیم الشان امر کو
کہ جسکو ظاہر کیا گیا کیونکر انجام دے گا بعض خاندانوں نے روز احد حضرت ابوطالب سے کہا کہ آپ
آپ کو اپنے بیٹے کی اطاعت کرنی چاہئے آج سے وہ سردار ہوا اور آپ تابعدار محققین و مورخین
اہل سنت نے اس واقعہ کو بشرح عظیم اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہے بلکہ بعض اہل یورپ نے بھی اپنی
تالیفات میں ذکر کیا ہے احتیاطاً اُن کتابوں میں نام بقید صفحہ لکھے دیتا ہوں تاکہ تلاش کنندہ
کو دقت نہو۔ تاریخ جریر طبری جلد اول حصہ ۳ صفحہ (۱۱۷۰) تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۲۳
تاریخ ابوالفدا صفحہ (۱۱۸ و صفحہ ۱۱۹ - خصائص نسائی صفحہ (۵۵ و ۵۶) معارج النبوة صفحہ ۲۵۲
تاریخ زوال سلطنت روم مولفہ گبن صاحب جلد ۵ صفحہ (۴۸۵)

سوائے ازایں حضرات اہلسنت کو تسلیم ہے کہ علیؑ بحکم نبی نصرت دین حق کے ذمہ دار تھے اور مذہب اسلام
کی مددگاری اُن کے فرائض ذاتی میں داخل تھی چنانچہ غدیر میں جو بشیر و نذیر نے بھی مرتضوی لفظ
مولی کا استعمال فرمایا تھا اس کے معنی حضرات اہل سنت محب و ناصر و مددگار بتلاتے ہیں ہر گاہ
حسب تسلیم اہل سنت حضرت امیرؑ حکماً ناصر دین تھے اور منجانب رسولؐ مقبول خاص طور پر حمایت اور
نصرت اسلام پر مامور کئے گئے تھے تو بعہد خلفا جو آپ نے شیخین کی حل سوالات مشکلہ میں امداد کی
اور در باب امور مملکت اُن کو عند المشورہ نیک رائے دی وہ سب بنا بر تعلقات مذہبی تھی نہ کہ
بہ محبت خلفا، کیا آپ نے شیخین کی کسی بھی خدمت کو انجام دیا یا اُن کے ذاتی معاملات میں امداد دی
نہیں نہیں حضرت نے اپنی فراست ذاتی و کمالات نفسانی سے اُس امر کی کمک کی جس کا کرنا اُنکو
ہر طرح ضروری تھا سمجھ کر ایک اور نکتہ بلیغ قابل نظر ہے عموماً حضرات اہلسنت جناب امیرؑ کو ناقابل

خلافت وانتظام مملکت خیال کئے ہوئے ہیں انکو سوچنا چاہئے کہ جس شخص سے خلفاء با وصف قوت تدبر معاملات ملکی و امور تمدنی میں رائے لیکر کاربند ہوتے تھے اور بالآخر اسی میں کامیابی حاصل کرتے تھے اس سے بالاتر عقل و دانش میں اور کون شخص ہو سکتا تھا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ مثل سلاطین دنیا چال بازی کو برا جانتے تھے ہر معاملہ میں اتباع احکام خدا کو مقدم سمجھ کر کاربند ہوتے تھے۔ خلاف شرع کام کرنا ناپسند فرماتے تھے اگر اصطلاح اہل سنت عدم قابلیت اسی کو کہتے ہیں تو ہم بصد خوشی اسکو منظور کرنے کے لئے تیار ہیں میں امید کرتا ہوں کہ جناب مخاطب اپنا سوال واپس لینے میں کوشش کر کے کبھی بھولے سے بھی یہ خیال نفرمائیں گے کہ حضرت امیرؑ کی مشورہ دہی بر بنائے اتحاد خلفا تھی

سوال ہفتم

ہرگاہ حضرت امیر علیہ السلام شیخین کرام کو متصرف بہ امر ناجائز جانتے تھے تو ان کے ہاتھ پر بیعت کیوں کی جس سے اسلام میں اشتباہ عظیم پیدا ہو گیا۔

جواب

تمام کتب تواریخ و سیر و احادیث میں درج ہے کہ حضرات شیخین رضوان اللہ تعالیٰ رسول مقبولؐ کو بے غسل و کفن و دفن چھوڑ کر بغرض انتظام خلافت سقیفہ بنی ساعدہ میں چلے گئے اور حضرت امیرؑ مع چند صحابہ مخصوصین و بنی ہاشم کفن و دفن میں مشتغل رہے چنانچہ زمانہ حال کے محقق کامل و سرد فتر متکلمین سنیہ جناب مولوی خلیل احمد صاحب دیوبندی جنکی کتاب ہدایات الرشید کو حضرات علمائے اہل سنت نے نمونۂ عجائب قدرت خداوندی کا خطاب دیا ہے ہدایات الرشید کے صفحہ (۱۰۱) پر لکھتے ہیں کہ شیخین نے دفن سرور عالم پر انتظام خلافت کو اسواسطے مقدم کیا کہ نعش اقدس متعفن ہونے سے محفوظ تھی اگر خلافت پر دفن کو تقدیم دیجاتی اور انصار میں سے کوئی خلیفہ نامزد ہو کر اسلامی مسند پر بیٹھ جاتا تو کشتی اسلام درہم برہم ہو کر اس طرح ٹکڑے ٹکڑے ہوتی کہ کسی تختہ کا پتہ نہ لگتا۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضرات خلفاء دفن نبی میں شریک نہیں ہوئے اور انصار جن کی صفت قرآن

میں دروغ ہے ایسے تھے جن کے خلیفہ ہونے سے جہاز اسلام تباہ ہو جاتا۔ بعد از ورود ایسی
سقیفہ حضرت صدیق اکبر نے جناب امیرؑ کو بغرض اخذ بیعت بلایا آپ نے اپنا مستحق بخلافت ہونا
بایں دلیل واضحہ ثابت فرمایا کہ حضرت اول ساکت و لاجواب ہو گئے۔ شیخ جمال الدین محدث
نے روضۃ الاحباب میں اس قضیہ کے متعلق بڑی طولانی گفتگو کر کے کہا ہے کہ ابوبکر چوں دید
کہ کلمات علیؑ جملہ محکم و استوار و مقابل صد ہزار اسہمت از راہ رفق و مدارا پیش آمدہ گفت کہ اے
ابوالحسن مرا گمان نبود کہ تو در ایں امر با من مخالفت خواہی کرد اکنوں کہ مردمان با من اتفاق
کردند تو نیز اگر موافقت کنی ظن من مطابق واقعہ خواہد شد و اگر بالفعل مصلحت نہ بینی حرجے نیست
علیؑ برخاست و بخانہ خود رفت) سوائے ازیں شاہ ولی اللہ تحریر فرماتے تھے کہ علیؑ زاہد ترین
صحابہ تھے مگر شیخین کے زہد سے اُن کا زہد کم درجہ رکھتا تھا۔ بایں معنی کہ شیخین نے حصول خلافت
میں کوئی کوشش نہیں کی اور علی ہر طرح کی تدابیر عمل میں لائے کہ میں نبی کا مستقل خلیفہ ہو
جاؤں علاوہ براں بخاری و مسلم و دیگر کتب میں لکھا ہے کہ تا حیات سیدہ حضرت امیرؑ اور
باتباع اُن کے کسی بنی ہاشم نے حضرت صدیق کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دیا جبکہ فاطمہ علیہا السلام وفات
پا گئیں تو لوگوں نے علیؑ سے منہ پھرا لیے اور وہ رو داری و احترام چھوڑ دیا جو کہ حیات جناب
سیدہ میں کرتے تھے تب علی نے مضطر ہو کر حضرت ابوبکر سے بیعت یا صلح کر لی میں یہ بھی اہل ایمان
کو دکھلانا چاہتا ہوں کہ علی کہاں تک حضرات شیخین کی خبر لیتے تھے اور وہ بزرگوار کس حد تک
اون کا احترام کرتے تھے۔ ۱۶ مجلدات دفتر سبئہ میں لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
آگ اور لکڑیاں لیکر دروازہ فاطمہ پر گئے اور چلا چلا کر پکارے کہ اس گھر کو جلا دو۔ فاطمہؑ نے
پس در سے کھڑے ہو کر کہا کہ اے میرے باپ کے مصاحب خاص اس گھر میں رسول خدا کی امانت
حسنین موجود ہیں آگے میرا قلم جرأت نہیں کرتا کہ خلیفۃ اللہ نے کیا فرمایا چونکہ یہ آگ کا قصہ
سخت وحشتناک و دردانگیز اور نفرت دلانیوالا ہے۔ لہذا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے
بہت اگر مگر کر کے تحفہ میں صفحہ ۴۶۴ و ۴۶۵ پھر اس قضیۂ جانگزا و ہوشربا کو بایں الفاظ

تسلیم فرمایا۔ پس وجہ اش آنست اے سبب آتش بُردن کہ این تخویف کسانیرا بود کہ خانہ حضرت زہرا را ملجا و پناہ ہر صاحب جنایت دانستہ وحکم حرم مکہ معظمہ دادہ درآنجا جمع می شدند وفتنہ و فساد منظور می داشتند و برہم زدن خلافت خلیفہ اول بہ کنگاشہا و مشورہ ہائے فساد انگیز قصد می کردند و حضرت زہرا نیز ازاین نشست و برخاست مکدر و ناخوش بود۔ لیکن بسبب کمال حسن خلق باآن بے پردہ نمی فرمود کہ در خانہ من نیامدہ باشید عمر ابن خطاب چوں دید کہ حال باین منوال ست انجاعت را انذید نمود کہ من خانہ را بر شما خواہم سوخت۔

اس عبارت کی چند باتیں قابل نظر ہیں اول یہ کہ جو لوگ خانہ جناب سیدہ میں مجتمع ہوتے تھے وہ صاحب جنایت دارباب فتنہ و فساد تھے اور حسب تصریح شاہ ولی اللہ و تاریخ طبری وغیرہا بلکہ خود شاہ صاحب وہ ارباب جنایت اصحاب رسول مقبول حضرت زبیر و علی المرتضیٰ و بنی ہاشم و دیگر ہواخواہان جناب امیر تھے۔ پس یہ امر بخوبی واضح ہوگیا کہ بزعم شاہ صاحب یہ بزرگوار امر دین میں خیانت کرنے والے اور جماعت اسلام میں فساد پھیلانے والے تھے جو کہ اشد من القتل ہے تعجب کہ شاہ صاحب اصحاب رسول کو جو کہ ازجملہ عشرہ مبشرہ عندالسنیہ تھے نالایق جماعت میں معدود فرما کر ایسے ناہنجار لفظوں سے یاد فرماتے ہیں کہ جسکا مافوق ممکن نہیں ہم شیعہ اگر کسی صحابی کی شان میں بجائیت خاندان نبوت کچھ کہیں تو رافضی کہے جائیں اور شاہ صاحب و دیگر بزرگوار ایسے جلیل القدر صحابہ کی جناب میں بے ادبانہ الفاظ لکھنے کا یہ صلہ پائیں کہ مولانا و رحمۃ اللہ علیہ کہے جائیں۔ یکیام وددہوا اسی کا نام ہے۔ دوم سیدہ اس فساد پیشہ جماعت کے آنیسے ناراض تھیں مگر پوست کندہ نہ کہہ سکتی تھیں کہ میرے گھر میں نہ آؤ نہ معلوم جناب شاہ صاحب کو کیونکر معلوم ہوا کہ فاطمہ علیہا السلام اُن لوگوں کی آمد ورفت اپنے گھر میں ناپسند کرتی تھیں شاید پیر طریقت یا علم ولایت سے اپنر ظاہر ہوا ہوگا ہم بہت خوشی سے اسکا ثبوت دیکھنے کے لئے تیار ہیں۔ اگر فی الواقع حضرت سیدہ اس کمیٹی کی مخالف تھیں اور بدالست حضرت عمر اُن کا کوئی قصور نہ تھا تو ایک ناکردہ گناہ سیدانی کو کیوں دھمکایا۔ کیا کسی صدمہ رسیدہ و پدر

مردہ کو تعذیب نار کرنا یا دل شکستہ عورت کو خوف دلانا اور یہ کہنا کہ تیرے بچوں کو جلا دیا جائے گا اسلام جیسے مہذب مذہب میں جائز ہے مقتضائے مقام یہ تھا کہ زبیر و دیگر مفسدین کے گھر پر آگ لیجا کر فرماتے کہ تم زبردستی نبی زادی کے گھر میں باغیانہ تدابیر کرکے خلیفہ وقت کو غصہ دلاتے ہو اور نانا اور نواسی کا باہم مادہ رنجش پیدا کرتے ہو لہذا میں تمہارا گھر جلا کر خاک سیاہ کئے دیتا ہوں۔ حقیقت الامر یہ ہے کہ شاہ صاحب نے بزور طبیعت یہ فقرہ لکھا ہے تاکہ خلقت یہ نہ سمجھ لیوے کہ فاطمہ بھی خلافت خلیفہ اول سے ناراض تھیں حالانکہ بخاری شریف میں وارد ہوا ہے کہ حضرت ابوبکر پر سیدہ ایسی غضبناک ہوئیں کہ تا حیات صدیق سے کلام نہ کیا اور حضرت امیرؑ سے وصیت کی کہ ابوبکر میرے جنازہ پر نہ آئیں چنانچہ حضرت علیؑ نے بہ تعمیل وصیت ایسا ہی کیا کہ شیخین کو فاطمہ کی وفات اور اُن کے دفن سے اطلاع نہ دی اس واقعہ کو میں نے رسالہ تقریر دلپذیر میں واضح طور پر بیان کیا ہے اصلیت یہ ہے کہ حضرت امیرؑ اور اُن کے خیر طلب خلیفہ اول کو امر ناجائز کا مرتکب سمجھکر اُن کی بیخ کنی میں کوشاں رہتے تھے صاحبان عقل و تمیز غور فرمائیں جبکہ علی و خلفاء باہم سینہ صاف ہو کر متحدانہ برتاو رکھتے تھے اور اہلبیت بھی حضرت صدیق اکبر کو امام برحق جانتے تھے تو یہ منافقانہ تدبیر کیوں کی کہ بظاہر دولت خواہ اور بباطن بدخواہ۔ عقل سلیم کبھی مجوز نہیں ہو سکتی کہ جس رعایا کے مکان میں اہل بغاوت جمع ہو کر بادشاہ کا معزول کرنا چاہیں وہ رعیت سلطنت کی خیر اندیش ہو۔ کوئی باغی کبھی بیخ سلطنت گھر میں بیٹھ کر بلا اجازت و مرضی صاحب خانہ خلاف گورنمنٹ کارروائی نہیں کر سکتا۔ نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ علی و بتول حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالی کو ادعاء منصب خلافت میں صادق القول نہ جانتے تھے بلکہ اُن سے نہایت نفاق روش اختیار کرکے کوشش کر رہے تھے کہ عہدہ خلافت اُن سے متعلق نہ رہے۔ اس جگہ حضرات اہل سنت بہ طرفداری جناب عمر یہ فرما سکتے ہیں کہ روایات متذکرہ فقط اتنی بات کا پتہ دیتی ہیں کہ حضرت فاروق آگ اور لکڑیاں لے کر گئے تھے ممکن ہے کہ جلانا مقصود نہ ہو صرف تنبیہ و تادیب دھمکی و خوف دلانا مرکوز طبیعت ہو جبکہ فی الواقع آگ نہیں

لگائی گئی تو اعتراض یعنی چہ۔ اُسکا جواب بر سبیل اعجاز و اختصار یہ ہے کہ کیا رسول کی بیٹی کو بحالت سوگ نشینی آگ لگانے کا خوف دلانا کوئی چھوٹی بات ہے جس گھر میں میت واقع ہوتی ہے اُس کے ساکنین و ورثاء میت کو تسلیں و دلاسا دیتے ہیں یا کہ اُس کے گھر پر آتش فشانی ہوتے ہیں۔ اگر کوئی غلام اپنے ولی نعمت کی بیٹی کو پس از وفات آقا یہ کہے کہ تم میری اطاعت اختیار کرو ورنہ تمہارا گھر جلا دوں گا تو دنیا کا کوئی آدمی ایسے غلام کو لطف بھری نگاہ سے نہ دیکھے گا۔ علی ہذا جناب فاطمہ حضرت عمر کی آقا زادی تھیں اور وہ اُن کے باپ کے غلام بایں صورت حضرت عمر ضرور مورد طعن ہو سکتے ہیں دیکھو تعزیرات ہند میں صرف دھمکی دینا جرم میں داخل کیا گیا ہے۔ شیعہ کے یہاں جلانا ثابت ہے۔ اہل سنت کی کتب میں دھمکی دینا لکھا ہے۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ علمائے اہل سنت نے بہ نظر حمایت عمر سد باب تفضیح خیال کر کے آگ لگانے کے واقعہ کو چھپایا ہو اور محض لکڑیاں لیجا کر خوف دلانیکو لکھدیا ہو اگر اتنا پردہ بھی درمیان نہو تو شیعہ دبی میں پھر تیزی کیا ہے۔ دیکھو اسی آگ کا شرارہ اڑ کر وادی کربلا میں پہنچا جس نے اس طرح اُس گھر کو جلایا جسکا کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا اگر خاندان نبوت سے حکومت اسلام نہ نکلتی تو کبھی کسی کو اُن کے دھمکانے ڈرانے آگ دکھانے اور بدرجہ آخر پھونکدینے کی جرأت نہ ہوتی وہ حضرات نرم طبیعت اہل سنت جنکو خاندان نبوت سے دلی محبت ہے اور ان کا عزو احترام کرنا جزو ایمان سمجھتے ہیں وہ کبھی اس واقعہ آگ کو سچا نہیں جانتے بلکہ بجائے خود یقین کئے ہوئے ہیں کہ حضرت صدیق و فاروق اعظم سے کبھی ایسی بے ادبی نہو سکتی تھی کہ اپنی مرشد زادی کو ایسا سخت صدمہ پہنچاتے۔ نظر بر آں اُن کا اطمینان خاطر کرتا ہوں کہ علمائے اہلسنت نے اس گھر کو جلا دینا جائز تجویز فرمایا ہے۔ چنانچہ جناب شاہصاحب تحفہ کے صفحات مذکورہ بالا پر تحریر فرماتے ہیں کہ گو کہ حضرت عمر نے خانہ فاطمہ کو جلایا نہ تھا۔ لیکن اگر وہ جلا بھی دیتے تو مجرم نہ تھے بلکہ عامل بہ سنت نبوی ہوتے۔ مثال میں رسول پاک کے زمانہ کی ایک حکایت لکھتے ہیں کہ ایک کافر آنحضرت کی مذمت کیا کرتا تھا جبکہ صحابہ اُس سے انتقام لینا چاہتے تھے تو کعبہ میں گھس

جاتا تھا لوگوں نے آنحضرت سے عرض کیا کہ حضور آپ کو برا کہکر ایک کافر اپنا نامۂ اعمال سیاہ کرتا ہے۔ جب ہم اسکو سزا دینا چاہتے ہیں دوڑ کر خانہ کعبہ میں چھپ جاتا ہے۔ چونکہ اُس مقام محترم میں پشہ کا مارنا حرام تجویز ہوا ہے۔ لہذا ہم کچھ نہیں کہہ سکتے آنحضرت نے فرمایا کہ اُسکو اسی جگہ مار ڈالو اسی طرح جو لوگ جماعت نماز سے تخلف کرتے تھے اون کے لئے نبی کریم نے حکم دیا کہ زبردستی گھروں سے مُوئے کشاں بلائے جائیں اگر نہ آئیں تو اُن کے جھونپڑے پھونک دئے جائیں ہر دو حکایات سے شاہ صاحب یہ نتیجہ برآمد کرتے ہیں کہ جن لوگوں نے خلیفہ کی اطاعت سے سرتابی کی وہ مثل اس کافر کعبہ نشین و تخلفین جماعت کے تھے جبکہ کعبہ میں ایسے اشخاص کو امان نہ ملی تو فاطمہ کا گھر کیا وقعت رکھتا تھا اگر عمر صاحب اُسکو جلا بھی دیتے تو عنداللہ معتوب ہوتے ارباب عقل غور فرمائیں جبکہ حسب تصریح بالا حضرت امیرؑ نے حصول خلافت میں کوئی وجہ کوشش ایسا نہ تھا جسکو اُٹھا رکھا ہو اور بوقت بیعت طلبی حضرت ابوبکر سے اپنے حق خلافت ہونے میں ایسی تقریر کی ہو کہ خلیفہ صاحب لاجواب ہوگئے ہوں اور برہمی امر خلافت میں ایسے کوشاں ہوئے ہوں کہ اپنے گھر میں کمیٹیاں قایم کی ہوں اُس کی نسبت کیونکر خیال کیا جاسکتا ہے کہ بطیب خاطر خلیفہ صاحب کی بیعت کی تھی۔ صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے جناب عباس عم رسول خدا و جناب امیرؑ نے سر جلسہ فرمایا کہ تم دونوں مجکو اور ابو بکر کا کاذب و غادر و خائن و آثم جانتے ہو۔ اندریں صورت کب عقل سلیم مجوز ہو سکتی ہے کہ جنکو علی کاذب سمجھیں اُن کی بیعت بھی کریں۔ اس سے بالاتر ایک اور بات عرض کرتا ہوں اگر حضرت علی نے خلفائے ثلثہ کو امام برحق سمجھ کر بیعت کی تھی تو خدا اور رسول و ابو بکر و علی سب پر الزام وارد ہوتا ہے ملاحظہ ہو کہ جناب شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی تحفہ صفحہ ۱۳۹ پر لکھتے ہیں کہ باتفاق شیعہ و سنی ثابت ست کہ پیغمبر فرمود انی تارک فیکم الثقلین الی آخرہ یعنی من در میان شما دو چیز بزرگ میگذارم قرآن و اہلبیت اگر بہ این ہر دو تمسک کنید ہرگز گمراہ نشوید شاہ صاحب مطلب حدیث یہ بیان فرماتے ہیں وازیں معلوم شد کہ پیغمبر ما را حوالہ باین دو چیز

عظیم الفقد فرمودہ پس مذہبیکہ مخالف این ہر دو باشد عقلاً وشرعاً باطل است) تمام صحابہ کبار موجود
ہیں آنحضرت ممبر پر جلوہ فرما ہیں۔ قران و اہلبیت امت پر حاکم کیئے جاتے ہیں سبکو حکم دیا جاتا
ہے کہ اگر ان دونوں کی اطاعت کروگے۔ گمراہی سے بچوگے بصورت مخالفت جادہ پیمائے راہ
ضلالت ہوگے۔ اس حدیث سے جس کی صحت مسلمۂ فریقین ہے واضح ہوگیا کہ تمام امت اور
بالخصوص صحابۂ موجود الوقت کو حکم باطاعت قرآن واہلبیت فرمایا گیا تھا۔ یہ حدیث طُرق
متعددہ سے وارد کتب ہوئی ہے بعض جگہ لفظ اہلبیت وارد ہے اور بعض مقام پر عترت
بہ نظر تعمیم اگر کل لوگوں کی اطاعت فرض کرلی جائے جو کہ آنحضرت کے اہلبیت میں معدود ہوسکتے
ہیں تو سب سے طبقۂ اعلیٰ اور نمبر اول پر حضرت امیر علیہ السلام ہی خلاصہ حدیث ہوا کہ اہل
اسلام اطاعت قرآن وحضرت علی پر بحکم محکم مامور ہیں۔ اندریں حالت اگر بقول اہل سنت حضرت
ابوبکر نے حضرت علیؑ سے بیعت لیکر مثل سایر الناس اپنا تابع و فرماں بردار بنا کر داخل رعایا
فرمایا تو خلاف حکم نبوی کیا جو کہ بحکم قرآن عین معصیت ہے اور اگر حضرت علی نے بہ طیب
خاطر بیعت کرکے صدیق اکبر کو اپنا امام و ہادی و پیشوائے دین سمجھہ لیا تو انھوں نے نبی کے
حکم سے اختلاف کیا اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ علی بذات خود ایک ناقابل حکومت شخص تھے
مسلمانوں پر حکمرانی کرنیکا اُن میں پورا مادہ نہ تھا یہی اُن کو سردار امت کریں اور وہ ذاتی
ناقابلیت سے ادنیٰ رعایا میں داخل ہوجائیں ہمریں بنا لازم آئے گا کہ رسولپاک میں مردم
شناسی کا ملکہ نہ تھا بلکہ پرورش خاندان پر نظر تھی جیسکہ سلاطین دنیا پرست کی بجوش محبت
خویش واقارب بلا امتیاز لائق و نالایق ہوا کرتی ہے کیونکہ انھوں نے تمام کنبہ میں منتخب
کرکے جسکو اعلیٰ و افضل قرار دے کر قرآن کے ساتھ شیرازہ بند کیا تھا وہ خود ناکارہ محض تھا
اسی طرح قوت خیالی تھرمامیٹر یعنی مقیاس الموسم کے پارہ کی طرح اونچے ہوتے ہوتے خدا
تک پہنچ جائے گی کہ وہ کیسا عالم و دانا ہے کہ جس نے ہدایت خلق پر ایسا ہی تعین فرمایا جو
کہ اپنے ایکگمایۂ عزیز کے ہاتھ میں امت کا ہاتھ دے گیا۔ میں یقین کرتا ہوں کہ کوئی مسلمان

جوکہ نہ دل سے ایمان بحد اور رسول لایا ہے ایسا خیال کرنے کی جرآت نہ کرے گا جس سے اسلام کا تختہ اُلٹ کر خدائی بھی ہوائی ہوجائے اس موقع پر حضرات اہل سنت کو سوائے دو باتوں کے تیسری ممکن نہیں ہے۔ اول یہ کہ بیدھڑک ہو کر کہدیا جائے کہ حدیث ثقلین بالکل غلط ہے قرآن و اہلبیت امت پر حاکم نہیں چھوڑے گئے بلکہ مسلمانوں کو فرمان آزادی دے کر خود مختار کیا گیا ہے کہ جسکو صالح سمجھیں بغرض اجرائے حدود شرعی اجماع کر کے اپنا حاکم تجویز کرلیں۔ اس صورت میں نہ حضرت ابوبکر پر کوئی الزام نافرمانی و غلط کاری عاید ہوتا ہے نہ علی خفیف العقل و رکیک الرائے قرار پاتے ہیں نہ خدا و رسول کی شان رفیع میں کوئی نقص پیدا ہوتا ہے۔ البتہ صحاح اہل سنت جنمیں حدیث ثقلین درج ہے پائے صداقت سے گر کر بے اعتبار ہوجائیں گی اور شاہ صاحب جو کہ بصد شد و مد مصدق حدیث ثقلین ہوئے ہیں نامعتبر محض قرار پائیں گے۔ دوم اعتقاد کیا جائے کہ ادعائے بیعت مرتضوی دعوے محض ہے۔ کبھی ممکن نہیں ہوسکتا کہ امیر و کل امیر کبھی تابع و فرمانبردار ہوسکے۔ یاد رکھو کہ جس طرح ثقل اکبر قرآن سب کا ہادی و رہنما ہے اسی طرح ثقل ثانی اہلبیت اُمتی لوگوں کے لئے مشعل ہدایت ہیں اگر قرآن تابع امت ہے تو علیؑ بھی ہیں ورنہ فلا اس موقع پر اہل نظر کو ذرا غور کرنا چاہئے اچاٹ نگاہ سے یہ بحث نہ دیکھی جائے بلکہ باریک بین ہونا ضرور ہے میں اہل انصاف کو یہ بھی دکھلانا چاہتا ہوں کہ خود حضرت امیر جناب خود اپنے ذاتکو آنحضرت کا خلیفہ بلافصل جانتے تھے اور دیگر صحابہ کو غاصب حقوق خود و ناحق کوش سمجھتے تھے۔ بخاری شریف کی جلد ششم میں حسب صراحت اوراق صدر صفحہ ۳۷۹ پر بذیل ذکر علالت آنحضرت درج ہے کہ حضرت عباس نے جناب امیر سے تحریک کی کہ چلو حضرت سے دریافت کریں کہ بعد آپ کے خلیفہ کون ہوگا بجواب حضرت امیرؑ نے فرمایا کہ سوائے میرے رسول پاک کسی کے لئے نہ فرمائیں گے مگر اصحاب مجکو تخت خلافت کے پاس نہ آنے دیں گے حضرت علی جو صحابہ سے امید وفا نہ رکھتے تھے اس کی وجہ یہ بھی کہ خود رسول پاک اُن سے

فرما گئے تھے کہ اے علی میرے جانشین تم سے بغض و عداوت رکھتے ہیں۔ میری زندگی میں
یہ کچھ نہیں کر سکتے۔ مگر ان کے دل تمہاری طرف سے مثل آب دیگ جوش مار رہے ہیں بعد میری
وفات کے تم سے بیطرح پیش آئیں گے شیخ عبدالقادر محبوب سبحانی علیہ الرحمۃ جو کہ سنیوں
کے بڑے مقتدر عالم ہیں غنیۃ الطالبین میں مضمون بالا کے متعلق یہ عبارت لکھتے ہیں اخرج
ابو یعلی عن علی قال قلت یا رسول اللہ ما یبکیک قال ضغاین فی صدور اقوام
لا یبدو نھا لک الا من بعدی ہائے افسوس اصحابوں کی اُن عداوتوں کا جو کہ بعد اُن
کے دست صحابہ سے اہلبیت پر واقع ہوں خیال کرکے آنحضرت روتے تھے۔ کوئی صاحب تمیز
کہہ سکتا ہے کہ جو شخص اپنے خلیفہ ہونیکا اسدرجہ یقین رکھتا ہو وہ کیونکر کسی کی بیعت کرکے
حلقہ غلامی میں داخل ہو سکتا ہے ان تمام باتوں سے قطع نظر کرکے ایک اور بات عرض کرتا ہوں
جس سے کبھی عقل سلیم مجوز نہیں ہو سکتی کہ حضرت امیرؑ نے خلفاء ثلاثہ کو خلیفہ جائز و امام
واجب الاطاعت سمجھ کر بہ طیب خاطر بیعت کر لی تھی جبکہ حضرت عمر ابو لولو کی ضرب سے مبتلائے
مرگ ہوئے تو انھوں نے حکم دیا کہ بعد ہمارے اشخاص ذیل حضرت امیر و عثمان۔ وسعد ابن
وقاص و طلحہ و زبیر و عبدالرحمان ابن عوف باہم مشورہ کرکے ایک شخص کو خلافت کے لئے
منتخب کریں چنانچہ بعد شہادت خلیفہ دوم جملہ حضرات موصوف بالا ایک موقعہ پر جمع ہوئے
حضرت عبدالرحمان ابن عوف نے جو کہ بہ حکم جناب عمر اس کمیٹی کے پریزیڈنٹ تھے سب سے
اول جناب امیرؑ سے فرمایا کہ خلافت کے مستحق تر اس تمام جماعت میں آپ ہیں۔ لہذا میں جناب
کو خلعت خلافت سے مخلع کرنا چاہتا ہوں بشرطیکہ آپ احکام خدا و رسول کے بعد ان سیرتوں
کو بھی اختیار کریں جو کہ حضرت شیخین کی تھیں۔ چنانچہ حکیم جلال قرشی ساکن گلاوٹی ضلع بلند شہر
نے کتاب نظام عثمانی کے صفحہ (۴۶) سطر ۱۳ پر لکھا ہے عبدالرحمان ابن عوف نے
حضرت علی سے پوچھا کہ تم مجھ سے وعدہ کرتے ہو کہ خلیفہ ہونے پر کتاب اللہ اور سنت
رسول اور سنت شیخین کے پابند رہو گے اور اسپر عمل کرو گے حضرت علیؑ نے جواب دیا

کہ بقدر طاقت اور امکان اور بقدر مبلغ علم کے میں انہیں کوشش کروں گا حالانکہ سوانحات زمانہ میں مجکو دخل نہیں۔ حضرت علی کا یہ جواب کچھ اس وجہ سے نہ تھا کہ اُن کو خلافت کے حاصل کرنے میں رغبت نہ تھی بلکہ فقط یہ وجہ تھی کہ خلفاء سابقین کی کل باتیں اُن کو پسند نہ تھیں بلکہ وہ اپنے اجتہاد کے مطابق بعض باتوں کے خلاف تھے سید امیر علی صاحب بیرسٹرایٹ لا بھی اپنی مصنفہ کتاب روح الاسلام کے صفحہ (۱۴۷) پر لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے اتباع سیرت شیخین سے مجلس شوریٰ میں انکار کیا جناب مخاطب غور فرمائیں کہ جو شخص سیرت شیخین کو اس درجہ نگردہ و ناپسند کرتا تھا کہ اس کے مقابلہ میں اتنی بڑی سلطنت کی جو کہ قیصر و کسریٰ کے ملک سے بڑھی ہوئی تھی کوئی پروانہ کی اُس کی نسبت کیونکر قیاس کیا جاتا ہے کہ خلفاء کی بہ خوشدلی بیعت کرکے انکو امام جائز الاطاعت سمجھ لیا تھا جو شخص کسیکو اپنا امام و پیشوا دین جانتا ہے وہ اُس کے ہر حکم کو واجب الانقیاد سمجھتا ہے۔ حضرت امیرؑ کی سوانح عمری معروف بہ المرتضیٰ حافظ عبدالرحمان متوطن ملک پنجاب نے لکھکر ۱۸۹۶ء میں مطبع روزامرت سر سے شائع کرائی ہے اُس کے صفحہ ۶۴ و ۶۵ پر لکھا ہے کہ جو انتظام حضرت عمر نے ترتیب مجلس شوریٰ میں کیا تھا اُس کا صاف حکم یہ تھا کہ بصورت اختلاف عبدالرحمان ابن عوف کی رائے واجب التسلیم سمجھی جائے حضرت علیؑ نے یہ بات سُنکر جناب عباس سے کہا کہ چچا صاحب اس مرتبہ بھی ہم سے خلافت گئی عمر نے ایسے ممبر انتخاب کئے ہیں جو مجکو قطعی محروم کرکے دوسرے کو بہرہ یاب کریں گے کیونکہ سعد وقاص عبدالرحمان کا چچازاد بھائی ہے وہ باہم مختلف الرائے نہوں گے اور عبدالرحمان عثمان کا خسر ہے یہ دونوں بھی بایک دیگر سلسلہ یکجہتی کو نہ توڑیں گے جبکہ حسب ظنّہٖ مرتضوی عبدالرحمان نے حضرت عثمان کو خلیفہ کیا تو حضرت امیرؑ نے فرمایا یہ پہلا دن مجھ پر ظلم کا نہیں اور آیہ فصبر جمیل و اللہ المستعان علی ما تصفون) پڑھکر اُٹھ کھڑے ہوئے کتاب مذکور کے صفحہ (۵۸) پر لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر نے جناب عمر کو حکم دیا کہ علی و عباس و زبیر فاطمہ کے گھر بیٹھ کر میری خلافت کو برہم کرتے ہیں اُنکو وہاں سے نکالدو عمر اپنے ساتھ تھوڑی آگ بھی لیتے گئے اور جناب فاطمہ سے کہا

کہ تمہارا گھر جلا دوں گا صفحہ (۵۹) پر بحوالہ مسلم و بخاری شریف لکھا ہے کہ فاطمہ کی زندگی میں لوگ علی کی کچھ وقعت کرتے تھے اُن کے مرنے پر وہ چھوٹ گئی علی بعدم توجہی اصحاب سے مضطر ہوئے اور حضرت ابوبکر سے کہلا بھیجا کہ آپ مجھ سے تخلیہ میں ملاقات کریں مگر آپ کے ہمدم عمر ساتھ نہ ہوں وجہ یہ تھی کہ حضرت امیر خلیفہ دوم کی صورت دیکھنا مکروہ جانتے تھے حدیث کے ابتدائی فقرات یہ ہیں وکان لعلی من الناس جہۃ حیاۃ فاطمۃ فلما توفیت استنکر علی وجوہ الناس الی آخرہ صفحہ (۶۱) پر ہے حضرت علی نے فرمایا کہ خلافت کو ہم اپنا حق سمجھتے ہیں ابوبکر نے اسکو خود لے لیا اسکا ہمکو رنج ہوا یہ کہکر بیعت کر لی اسوقت پھر مسلمان علی کی طرف رجوع ہوگئے صفحہ ۴۳ سطر ۱۴ پر ہے حضرت علی عمر کی خلافت وہ رسالہ میں مثل زمانہ خلافت اول گوشہ نشین رہے جو شخص تمام واقعات کو بہ نظر غور دیکھے گا وہ کبھی اسکا معتقد نہیں ہو سکتا کہ حضرت امیرؑ نے ثلاثہ کو خلیفہ جائز سمجھ کر اُن کی بیعت بخوشدلی کر لی تھی۔ مجکو یقین ہے کہ مخاطب بہت باریک نظر سے اس مضمون پر توجہ فرمائیں گے اور کبھی بھولے سے بھی خیال فرماتے ہوں گے کہ حضرت امیر نے خلیفہ اول کی بیعت برغبت اور اُنکو امام جائز الاطاعت سمجھ کر کی تھی سوائے ازین زمانہ حال کے دو محققین کامل کی تحریریں پیش کرتا ہوں جن کے دیکھنے سے واضح ہو جائے گا کہ حضرت امیرؑ نے صدیق اور اُن کے قایم مقاموں کو کبھی خلیفہ حق نہیں سمجھا نہ اُن کی بیعت امام جائز الاطاعت سمجھ کر برغبت کی اُن میں ایک بزرگ مولوی شبلی نعمانی ہیں اور دوسرے جناب شمس العلما مولوی نذیر احمد صاحب ایل ایل ڈی دہلوی ہیں ہر دو بزرگواروں کے بیانات پیش کرتا ہوں

بیان مولوی شبلی صاحب

الفاروق میں بمقام ذکر بیعت صدیق فرماتے ہیں صرف بنو ہاشم اپنے ادعا پر رُکے رہے اور حضرت فاطمہ کے گھر میں وقتاً فوقتاً جمع ہو کر مشورے کرتے رہتے تھے حضرت عمر نے بزور اُن سے بیعت لینی چاہی (یہ فقرہ قابل توجہ ہے) لیکن بنو ہاشم حضرت علیؑ کے سوا اور کسی کے آگے سر نہیں جھکا سکتے تھے۔ الی آخرہ۔

تحریر مولوی نذیر احمد صاحب

رویا صادقہ کے صفحہ ۱۵۲ پر لکھتے ہیں اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ حضرت علی خلافت کے دعویدار ضرور تھے اور کیوں نہ ہوتے پیغمبر صاحب کے بعد داماد کہو۔ بیٹا کہو۔ بھائی کہو سبھی ہی تھے اور چند در چند قرابتوں کے علاوہ علم و فضل و شجاعت میں کوئی ان کا ہمسر نہ تھا اور سب استحقاق ایک طرف اور فاطمہ کا موجود ہونا ایک طرف کوئی ہے جو اتنے استحقاق کے ہوتے سلطنت ایسی چیز کو چھوڑ بیٹھے اور یہ صرف نہ علی کا خیال تھا بلکہ سیر اور احادیث کی کتابوں سے ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر صاحب کے تمام عقیدتمندان کا یہ ہی خیال تھا) واقعات مصرحہ بالا پر نظر فرما کر باانصاف مخاطب نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ حضرت امیر کی بیعت برغبت تھی یا کہ خلفا کو غیر مستحق امامت سمجھ کر بہ ہزار کراہت و بیدلی حضرات اہل سنت کو لازم ہے کہ بیعت مرتضوی کے صحیح ہونیکا کبھی خیال نفرمائیں

سوال ہشتم

حضرت علی نے بزور ذوالفقار ثلاثہ کا قلع قمع کیوں نہ کر دیا اگر یہ لوگ قتل کر دئے جاتے تو دنیا مفاسد سے پاک ہو جاتی اور کوئی فتنہ باقی نہ رہتا حضرت امیر کی خاموشی سے اضح ہوتا ہے کہ اگر فی الواقع ثلاثہ برہم دین اسلام تھے تو حضرت علی نے مفسدین کی بیخ کنی میں غفلت کی اس الزام سے اُن کی برات بظاہر مشکل ہے۔

جواب

حضرات اہل سنت اکثر یہ بحث کرتے ہیں کہ اگر خلفاء نے خاندان نبوت سے کجروی کی تھی اور اُن کے احترام میں کمی کرتے تھے اور حقوق واجبہ سے روکدیا تھا اور ظلم و تعدی سے اُن کی آسایش میں خلل ڈالا تھا اور امر خلافت میں بیجا طور پر دست انداز ہو کر گمراہ کنندہ خلایق ہوئے تھے اور اسلامی دنیا میں منافقانہ حیثیت سے کفر و نفاق پھیلایا تھا تو حضرت امیر چونکہ قوت خداداد رکھتے تھے اور قدرتی حربہ (ذوالفقار) اُن کے پاس تھا

لہذا لازم تھا کہ ایسے بدکاروں ناہنجاروں کا قلع قمع کرکے صفحۂ دنیا سے مٹا دیتے چونکہ حضرت
ائمہ نے خلفا سے کبھی جنگ نہیں کی نظر بران سمجھا گیا کہ وہ بزرگوار خوش کردار و نیک اطوار تھے
اور حضرت ایمران کی خلافت سے خوش تھے اور جو معاملات اُن کے ہاتھ سے روئے ظہور لائے
وہ سب پسندیدہ حضرت مرتضوی تھے انہیں خیالات نے جناب مخاطب کو اس سوال کرنے پر بر
انگیختہ کیا لہذا اسکا ایسا شافی وکافی جواب دیا جاتا ہے کہ انشاء اللہ جناب مخاطب و دیگر متشککین
کی پوری تشفی ہو جائے - اور ہر شخص با انصاف سمجھ لیوے کہ صحابۂ رسول جنپر اہل سنت فریفتہ
و دل دادہ ہیں کس پایہ اور منزلت کے تھے اور رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اُنکو کیسا جانتے
تھے اور بعض اپنے اصحاب مخصوصین و حضرت امیرؑ سے اُن کے باب میں کیا ارشاد فرمایا -
صحیح مسلم بخاری مطبع انصاری دہلی کی جلد دوم میں کتاب الامارۃ صفحہ (۱۲۷) پر لکھا ہے عن
حذیفہ قال قلت یارسول اللہ انا کنا شر فیجاء اللہ بخیر فنحن فیہ فہل من ھذا
الخیر شر - قال نعم قلت ھل وراء ذالک الخیر قال نعم قلت کیف - قال تکون
بعدی آئمۃ لایہتدون بھدی ولا یستنون بسنتی وسیقوم فیہم رجال قلوبہم قلوب الشیاطین
فی جثمان انس قال قلت کیف اصنع یارسول اللہ ان ادرکت قال تسمع و لا تطع
وان ضرب ظہرک واخذ مالک حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرور
عالم سے عرض کیا کہ حضور پہلے (مراد از زمانہ جاہلیت) ہم ایک شر میں تھے خداوند تعالیٰ بعد
اسکے خیر لایا (مراد از زمانہ آنحضرت) اب ہم اس میں ہیں اس خیر کے بعد بھی کوئی شر ہے حضرت
نے فرمایا کہ ہاں حذیفہ نے تعجباً پھر یہ بھی سوال کیا اور حضرت نے وہی جواب دیا حذیفہ
نے پوچھا کہ وہ شر کیونکر ہوگا نبی کریم نے جواب دیا کہ عنقریب (اشارہ بزمانہ وفات) ایسے
لوگ امام و پیشوائے امت ہوں گے کہ میری ہدایت و سنت پر نہ چلیں گے اور بہت قریب
ہے کہ اُنمیں سے ایسے مرد جنکے دل مثل شیطان کے ہوں گے اور جسم انسان کا حذیفہ
نے عرض کیا کہ یا حضرت اُن شیاطین امت کے زمانہ کو اگر میں دیکھوں تو کیا کروں آپ نے

فرمایا کہ اُن کی اطاعت کرنا اگرچہ تیرا مال لوٹ لیا جائے اور پشت زخمی کر دی جائے
دیدہ باید خیاب مخاطب باریک طبیعت اب کیا رفتار اختیار فرماتے ہیں۔ حتی الوسع ثلاثہ
کو اس تیہرے پہلو کے نشانہ سے بچائیں گے اور جہاں تک اُن سے ہو سکیگا مقصود حدیث
نبی اُمیہ و عباسیہ وغیرہ کو قرار دے کر اپنا دل خوش کر لیں گے قبل ازاین کہ سائل خوش
دماغ شیاطین امت کے جانچ میں دماغ مبارک پر زور ڈالیں حقیر بہ نظر توضیح و انکشاف خود
ایک تنقیح قایم کرتا ہے۔

تنقیح

یہ موجب حدیث مندرجہ صحیح مسلم شیطان سیرت و انسان صورت کون لوگ تھے
واضح ہو کہ نبی کریم کا ارشاد بہ موجب حدیث بالا اُن آئمہ سے علاقہ رکھتا ہے کہ جنکو حذیفہ
نے دیکھا ہو اور نیز اُنھوں نے متمکن سریر حکومت ہو کر دین میں احداث کیا ہو اور دیگر امت
نے اس احداث کو اپنا جزو مذہب قرار دے کر راہ ضلالت اختیار کی ہو قبل ازیں کہ میں کچھ
لکھوں اتنا عرض کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ بعد ختم دورۂ نبوت اُن شیاطین کا مسلط ہونا
ضروری ہے کیونکہ حدیث موصوفہ میں لفظ (سیقوم) ہے جو کہ زمانہ قریب پر دلالت کرتا
ہے۔ حدیث میں جو الفاظ خیر و شر وارد ہوئے ہیں اُسپر بغور نظر ڈالنا چاہئے کیا مطلب
ہے حذیفہ نے کہا تھا کہ یا حضرت پہلے ہم ایک شر میں تھے یعنی کفر و ضلالت میں پھنسے ہوئے
مرتکب افعال جاہلانہ ہوتے تھے اُس کے بعد خدا خیر لایا مطلب یہ کہ حضور نے مشعل ہدایت
روشن کر کے ہمکو راہ صواب دکھلائی آیا بعد اس روشنی کے بھی اندھیرا ہے آپ نے فرمایا
کہ ہاں پھر پوچھا کہ بعد اُس اندھیرے کے اُجالا ہے حضور پر نور نے فرمایا کہ ضرور ہے
پس اس الٹ پھیر سے یہ نتیجہ نکلا کہ بعد نبی جو پچیس برس تک خلفا نے اپنی حکومت
کا ڈنکا بجایا وہ زمانہ شور و شر کا تھا اُن کی صف سلطنت لپیٹنے پر جو حضرت امیرؑ کی
بساط عدالت بچھی ایسی کاریگر ان قدرت نے خیریت و اصلاح کا مضبوط ڈورا لگایا تھا حضرت

مخاطب پر لازم ہے کہ تحریر حقیر کو صحیح یادر کرکے زمانہ ثلاثہ کو چونکہ بعد ختمی مرتبت ہے دوز
شرارت سمجھیں اور حضرت امیر کے وقت خلافت کو جامہ جبر سے مزین اعتقاد فرمایئں اگر توجیہہ حقیر
کو غلط تصور کریں تو براہ مہربانی خود کوئی زائچہ کھینچ کر تبلایئں کہ پس از عزوب آفتاب نبوت وہ
کون لوگ حکمران اسلام ہوئے جنکو آنحضرت نے شرارت سے منسوب فرمایا ہے اور بعد ختم علو بیت
اشرار خیریت کس وقت سے وابستہ ہے حقیر نے یہ مسئلہ خیر و شر ایسا پیش کیا ہے کہ حضرت مخاطب
ہی نہیں بلکہ بڑے بڑے علماء چلا بیں آیئں گے اور اپنے مرشدان طریقت کو کتنا ہی ہاتھ
پکڑ پکڑ کر کھینچیں شر و فساد کے تاریک اور گہرے گڑھے سے نکال نہ سکیں گے۔ مخاطب ذی
شعور براہ مہربانی تعین ازمنہ فرمادیویں کہ بعد نبی صلعم اہل شرارت کا زمانہ کب آیا اور اس کے
گذرنے پر خیر کا سلسلہ کسوقت سے قایم ہوا۔ اگر وہ اوقات قایم کرنے میں کامیاب ہوں تو پھر
اسی فارم پر دستخط کردیویں جس کی خانہ پوری حقیر نے کی ہے چونکہ حدیث کی جانچ ہر پہلو سے ضروری
معلوم ہوتی ہے بنابرآں کچھ اور توضیح کی جاتی ہے اس موقع پر سب سے بالاتر یہ امر قابل نظر ہے کہ
اُن شیاطین کے زمانہ تک حذیفہ کا زندہ رہنا ضروری ہے کیونکہ آنحضرت سے اس جلیل القدر
صحابی نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ اگر میں اُن ناہنجاروں کے زمانہ کو دیکھوں تو کیا روش
اختیار کروں آپ نے فرمایا کہ ان کی اطاعت کرنا اگرچہ تیرا مال لوٹ لیا جائے اور پشت زخمی
کردی جائے اگر بعلم نبوی اُن کی حکومت کا ادراک حذیفہ کے لئے ناممکن الوقوع ہوتا تو آپ
صاف فرمادیتے کہ تم کیوں گھبراتے ہو جس وقت کہ وہ دجال صفت مسند آرائے حکومت ہوں
گے آپ کی ہڈیاں چونہ ہو جائیں گی۔ نبیؐ کا حذیفہ کو حکم با طاعت فرمانا اسی پر دلالت کرتا
ہے کہ مخبر صادق کے علم میں حذیفہ کو اُن لوگوں کا دیکھنا یقینی تھا۔ میں انشاء اللہ اسکے
متعلق بہت واضح ثبوت دوں گا اگر حضرت مخاطب اسکا انکار فرمایئں گے کہ بموجب حدیث
صحیح مسلم حذیفہ کے لئے شیاطین امت کا دیکھنا لازمی نہیں ہے تو معاذ اللہ آنحضرت کی عبث
گوئی لازم آئے گی کیونکہ آپ نے حذیفہ کو ایسی خبر زمانہ آیندہ کے لئے کیوں سنائی جب

ے اسکو ذاتی تعلق نہ تھا اندریں صورت لازم آیا کہ حذیفہ کے زمانہ حیات کی تحقیقات کی جائے تاکہ معلوم ہو سکے کہ انھوں نے کس کس بادشاہ کی تحت حکومت زندگی بسر کی شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ مات سنہ خمس وثلاثین بعد از قتل عثمان بچہل شب در اول خلافت علی و دریافت جمل را و کشتہ شدند صفوان و سعید پسران حذیفہ در صفین و مبایعت کردند علی را بوصیت پدر یعنی ۳۵ ہجری میں حذیفہ نے انتقال کیا اور علی کی خلافت میں اس نے چند راتیں تیر کیں اور اس کے دو فرزند زیر لوائے حضرت امیر درجۂ شہادت پر پہنچے - نتیجہ یہ نکلا کہ جناب حذیفہ نے ثلاثہ کا پورا زمانہ دیکھا سوائے ازیں مسعودی نے مروج الذہب میں لکھا ہے ان حذیفۃ کان علیلا بالکوفہ فبلغہ قتل عثمان وبیعۃ الناس لعلی فقال اخرجونی وادعوا الصلوٰۃ جامعۃ فوضع علی المنبر فحمد اللہ واثنی علیہ وصلی علی النبیؐ وآلہ ثم قال ایھا الناس فبایعوا علیا فعلیکم بہ تقوی اللہ وانصروا علیا انہ لعلی الحق اولا و آخرا وانہ لخیر من مضی بعد نبیکم ومن بقی الی یوم القیامۃ ثم اطبق یمینہ علی یسارہ ثم قال اللھم اشھد انی قد بایعت علیا وقال الحمد للہ الذی ابقانی الی ھذا الیوم خلاصہ کلام حذیفہ بن الیمان بوقت ہنگامہ قتل عثمان کوفہ میں علیل تھے جبوقت کہ ان کو حضرت عثمان کے مارے جانے اور بیعت مرتضوی پر لوگوں کے متفق ہونے کی اطلاع پہنچی اسوقت اس نے اپنے اہل خاندان سے کہا کہ مجھکو مسجد میں لے چلو اور مطلع کرو کہ سب مسلمان وہاں آکر جمع ہوں جب مجمع ہو گیا حذیفہ ممبر پر تشریف لے گئے اور بعد حمد و صلوٰۃ کے بیان کیا کہ ایھا الناس نصرت کرو علی کی اور بیعت کرو ان سے قسم خدا کی یہ بات تحقیق ہے کہ وہ جناب ہر آئینہ حق پر ہیں اول و آخر میں اور بہتر ہیں اس زمانہ سے جو کہ اسوقت تک وفات نبی سے گذرا ہے اور قیامت تک باقی رہے گا - پس کہا کہ خداوندا گواہ رہنا کہ میں نے بیعت کی علی سے اور شکر کرتا ہوں کہ تو نے مجھکو اسوقت تک زندہ رکھا حدیث مسلم متذکرۂ بالا اور عبارت مروج الذہب پر نظر کرنے سے چند باتیں ثابت ہوئیں اول

یہ کہ یہ مفاد حدیث مسلم آنحضرت کا جناب حذیفہ سے یہ فرمانا کہ شیاطین کی اطاعت کرنا صاف طور پر تقیہ کی جس سے اہل سنت گھبراتے ہیں پختہ سڑک بتلانے والا ہے کیونکہ تقیہ اصطلاح اسلام میں اسی کا نام ہے کہ جابر کے مقابلہ میں بہ نظر تحفظ جان و مال فتنہ ایذ و نواب پر صبر و تحمل کیا جائے دوم یہ کہ بقول مسعودی حضرت حذیفہ کا جناب امیر کی بیعت پر لوگوں کو تحریص و ترغیب دلا کر اپنے طول حیات سے شکریہ ادا کرنا اور وفات ختمی مرتبت سے تا قتل عثمان درمیانی زمانہ کو بایں الفاظ وانہ لخیر من مضٰی بعد نبیکم اچھا نہ بتانا اور جناب علی علیہ السلام کو ہر حالت اول و آخر میں خیر سمجھنا اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ یا عتقاد حذیفہ ثلاثہ کا و ہی زمانہ کہ جس کی خبر بطور پیشین گوئی مخبر صادق نے انکو دی تھی جناب حذیفہ اما ان شیطان سیرت و انسان صورت انھیں لوگوں کو جانتے تھے کہ جنکو بعد نبی مسند آرائے حکومت دیکھا تھا چونکہ حسب تسلیم علمائے اہل سنت و نیز صاحب تحفہ رسالتمآب نے اسمائے منافقین کے ناموں سے حذیفہ کو اطلاع دی تھی - لہذا حضرت عمر مضطر ہو کر پوچھا کرتے تھے کہ میرا نام تو آپ کی فرد میں درج نہیں ہے اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر بھی بجائے خود متیقن تھے کہ ہم باعتبار کیفر کردار فہرست منافقین میں لکھے جانے کی قابلیت رکھتے ہیں اگر وہ مومن کامل ہوتے اور شائبہ نفاق انکی طبع اقدس میں نہوتا تو حامل اسمائے منافقین (حذیفہ) سے اپنے ایمان کی جانچ کراتے اس جگہ خوش لیاقت مخاطب فرما سکتے ہیں کہ : گو حذیفہ نے سوائے جناب ثلاثہ کرام اور کسیکا عہد حکومت نہ دیکھا تھا لیکن ہو سکتا ہے کہ بطور اخبار از منہ آیندہ کے سلاطین جور کی آنحضرت نے انکو اطلاع دی ہو اسپر یہ خدشہ وارد ہوتا ہے کہ آنحضرت کو کیا ضرورت داعی ہوئی تھی کہ ایک جلد مر جانے والے شخص سے ایسی خبر بیان کی کہ جس سے وہ بذات خود کوئی نفع یا ضرر نہ اٹھا سکتا تھا بلکہ مقتضائے وقت یہ تھا کہ آنحضرت حذیفہ سے یہ فرماتے کہ آپ ان کے زمانہ تک زندہ نہیں رہ سکتے - آنحضرت کا صاف طور پر یہ فرمانا کہ تم ان کے بحدے اطاعت کرنا کہ مال کے لٹنے اور چھینے چھٹنے پر بھی جادہ متابعت سے ایک قدم نہ سرکنا اسی پر دلالت کرتا ہے کہ حذیفہ نے

ضرور اُن بدراہ کرنے والے لوگوں کو دیکھا تھا چونکہ حذیفہ نے تینوں خلافتوں کو پورے طور پر دیکھا اور بعد انقضائے ثلاثہ چندر ایّامِ خلافتِ مرتضوی کی اُسکو غائبانہ دیکھنی نصیب ہوئی اور اس مدّت قلیل میں ایسا خدشۂ دل ہوا کہ اپنے بیٹونکو امر بہ بیعت کیا اور جو نو ہزار ہا کو سنتے بیعت بلا واسطہ کی اور اسوقت کو بلفظ خیر باد کیا ۔ لہذا کہا گیا کہ حسب خبر معتبر پہلے زمانہ کو شر اور اسکو خیر جانتا تھا ۔ اگر جناب مخاطب آزادانہ طور پر بہ نگاہ انصاف ان چند سطور پر نظر ڈالیں گے تو انشاءاللہ صحیح راستہ پر پہنچ جائیں گے ۔ ہر چند کہ صحیح مسلم سے جسکو شاہ صاحب تحفہ میں بایں الفاظ فرماتے ہیں کہ صحیح ترین کتب نزد اہل سنت صحیح مسلم ست) یہ ایسا واضح ثبوت دیا گیا ہے کہ جسکا ابطال ظاہراً ناممکن معلوم ہوتا ہے ۔ مگر بپاس خاطر مخاطب دل چاہتا ہے کہ کچھ اور بھی ہدیہ نظر کیا جائے مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث وارد ہوئی ہے جسکا ماحصل بزبان اردو یہ ہے آنحضرت نے حضرت ابوذر غفاری سے ارشاد فرمایا کہ اے ابوذر اسوقت تم کیا کروگے جبکہ بعد ہمارے لوگ مال میراث کو کھا جائیں گے ابوذر نے عرض کیا کہ میں اُنسی جنگ کروں گا حضرت نے فرمایا ایسا نہ کرنا بلکہ صبر و شکیبائی سے جوش ایمان کو روکنا ۔ مشکوٰۃ شریف کی کتاب الامارۃ (صفحہ ۲۵) پر یہ حدیث وارد ہوئی ہے مناسب مقام سمجھ کر عبارت بھی حوالہ قلم کرتا ہوں عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلعم کیف انتم و ائمۃ بعدی لیتاثرون ھذا لفی قلت اما والذی بعثک بالحق اضع سیفی علی عاتقی ثم اضرب حتی القاک قال او فلا ادلک علی خیر من ذالک تصبر حتی تلقانی رواہ ابوداؤد معنی اس کے وہی ہیں جو کہ اوپر بیان کئے گئے ہیں مولوی رافت علی صاحب امروہوی کے سامنے ایک عالم شیعہ نے حدیث بالا کو پیش کیا وہ سوائے سکوت کچھ جواب نہ دیا دیکھو کتاب التقوی مطبوعہ مطبع امداد الہند مرادآباد مولفہ مولوی رافت علیصاحب صفحہ ۱۳ سطر ۲ ، حذیفہ و ابوذر رضی اللہ عنہما سے جناب مخبر صادق نے ایک نوع کا اشارہ فرما کر جابروں کے جبر پر امر بصبر فرمایا ہے حدیث حذیفہ میں تو کسی قدر اگر مگر اور چہ میگوئیاں کرنے کا موقع مل سکتا تھا ۔ جن سب کو میں نے کامل طور پر دفع کر دیا ہے

لیکن حیران ہوں کہ درباب ابوذر کیا گل ریزیاں فرمائیں گے کیونکہ حدیث مشکواۃ شریف کا کوئی جملہ اسپر دلالت نہیں کرتا کہ ابوذر کو بھی آنے والی ناپاک سلطنتوں کے حال بد مآل سے آگاہ کیا تھا بنظر آگاہی ناظرین عرض کیا جاتا ہے کہ اس بزرگ صحابی نے بھی حضرات ثلاثہ کا زمانہ دیکھا تھا شاہ صاحب تحفہ باب ہفتم میں لکھتے ہیں کہ ابوذر شام میں رہ کر حضرت عثمان سے لوگوں کو برانگیختہ کر کے کہتے تھے کہ اُنھوں نے مال خدا کو شیر مادر سمجھ کر ہضم کر لیا خلیفہ صاحب نے امیر معاویہ کو لکھا کہ ابوذر کو وہاں رہنے دو۔ مدینہ بھیجدو مورخین اہل سنت لکھتے ہیں کہ حاکم شام نے بصد عقوبت و شدت اس جلیل القدر صحابی کا ننگے اونٹ پر سوار کر کے مدینہ کو چالان کر دیا بالآخر عثمان صاحب نے خارج البلد کر کے عرب کے کالے پانی مقام ربذہ میں بھیجدیا اور حکم دیا کہ کوئی شخص اس کی ہمدردی نکرے یہ تمام واقعہ تحفہ کے باب دہم میں بذیل مطاعن عثمان شاہ صاحب نے لکھا ہے۔ تمام صحابہ میں حضرت امیرؑ نے ابوذر کی مشایعت کی اور حد ترحض تک اُن کے ساتھ گئے اور جفائے سلطان پر امر یہ شکیبائی فرمایا۔ خوش لیاقت مخاطب واقعات صدر پر غور کر کے نتیجہ نکالیں کہ اُن کے ممدوحین خلفا کے جسم پر وہ قبا ٹھیک آسکتی ہے جسکو قدرتی مقراض سے کتر کر آنحضرت نے حذیفہ و ابوذر کے گٹھری میں بند ہوا دیا تھا یا کچھ جھول رہ گیا چونکہ حق طلب مخاطب کا پورا اطمینان کر دینا مد نظر ہے نظر بران دل نہیں مانتا میں مزید کہے جاتا ہے اسواسطے کچھ اور حال حضرات ثلٰثہ کا وقف قلم کرتا ہوں کنز العمال کے صفحہ ۲۹ بروایت ابو برزہ لکھا ہے کہ رسول صلعم نے فرمایا ان بعدی ائمتہ ان اطعموھم اکفروکم وان عصیتموھم قتلوکم ائمتہ الکفر ورؤس الضلالۃ تحقیقکہ بعد میرے ایسے امام ہونگے کہ اگر اطاعت کروگے تم ان کی تو کافر بنا دیں گے بصورت نافرمانی و مخالفت گردن مروڑ ڈالیں گے۔ وہ لوگ ائمہ کفر اور رئیس ضلالت ہوں گے یہانتک وہ واقعات دکھائے گئے ہیں جو کہ آنحضرت نے اپنے اصحاب صداقت مآب سے بطور اخبار بیان فرمائے تھے اب وہ معاملات ہدیہ نظر کرتا ہوں جنکو خاص حضرت امیرؑ سے آنحضرت نے ظاہر کیا تھا۔ کنز العمال کی

چھٹی جلد کا صفحہ (۶۹) دیکھئے جسکو مولف نے کتاب الفتن سے موسوم کیا ہے انکے یہ عبارت لکھی ہے عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا علی کیف انت اذا زھد الناس فی الآخرۃ ورغبوا فی الدنیا واکلوا التراث اکل اللما واحبوا المال حبا جما واتخذو دین اللہ دخلا ومال اللہ دولا قلت اترکھم واما اختار واختار اللہ ورسولہ والدار الآخرۃ والصبر علی مصائب الدنیا وبلاھا حتی الحق بک انشاء اللہ قال اللھم افعل ذلک یہ حضرت امیر سے منقول ہے کہ فرمایا رسول مقبول نے کہ یا علی کیا حال ہوگا تمہارا جبکہ لوگ نفرت کریں گے آخرت سے اور رغبت کریں گے دنیا سے اور کھا جائیں گے مال میراث کو اور دوست رکھیں گے مال کو اور دین خدا کو مکر و فریب کا جال بنائیں گے یعنی گندم نمائی وجو فروشی اختیار کریں گے۔ حضرت علیؑ نے عرض کیا کہ میں چھوڑ دوں گا ان کو اور اس چیز کو جس سے وہ رغبت کریں گے ملکہ میں اختیار کروں گا اللہ اور اس کے رسول اور خانہ آخرت کو اور صبر کروں گا مصائب دنیا اور اس کی بلا و نیز یہاں تک ملحق ہوں آپ سے انشاء اللہ تعالے یہ جواب حضرت امیرؑ سماعت فرما کر آنحضرت نے جواب دیا کہ اے علی سچ کہا تم نے اور پھر دعا دی کہ خدایا توفیق دے علی کو کہ وہ ایسا کرے۔ مرد عاقل کو غور کرنا چاہیے کہ جناب امیرؑ سے آنحضرت نے کس مانہ کی خبر دی تھی اور وہ کون لوگ تھے جنھوں نے بعد حضرت مرتضوی دین سے تنفر کیا اور دنیا کی طرف راغب ہوئے اور مکر و فریب کرکے مال میراث کو کھا گئے کہیں خدانخواستہ اس خبر کا تعلق اس حدیث سے تو نہیں ہے جسکا دعوےٰ منجانب سیدہ دائر ہو کر خلیفہ اول کے اجلاس سے ڈسمس ہوا تھا۔ بہر حال مقصود حدیث ضرور کسی کو قرار دیا جائے گا حضرت علی نے کس جماعت اسلام کو بلا تعرض ان کے حال پر چھوڑا تھا وہ کیا بلا اور مصیبت حضرت امیرؑ سے لاحق ہوئی تھی۔ جیسا آپ نے صبر کرنے کا وعدہ کیا تھا اور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ نے مصائب و بلیات کی برداشت پر موفق ہونے کی دعا دی تھی۔ حقیقت الامر یہ ہے کہ اگر توفیق خدا بہ طفیل سید الانبیاء شامل حال نہوتی تو حضرت علی جیسے اشجع الناس سے صبر و تحمل

کرنا متحمل تھا۔ ملاحظہ ہو کہ خلائق نے آپ کے منصب خداداد پر تصرف کر لیا۔ مگر حضورؐ نے
سوائے اظہار زبانی کے ذو الفقار کے قبضہ پر ہاتھ نہ رکھا حضرت عمرؓ آگ اور لکڑیاں لیکر دروازہ پر
جلوہ فرما ہوئے۔ مگر آپ نے اُف نہ کیا بہ چشم تحیر دیکھتے رہے کہ نبی کے مرتے ہی ان لوگوں نے
بانیٔ اسلام کے گھر کی کیا عزت کی۔ کسی بہادر کا بعض موقع پر داد شجاعت دینا اتنا
قابل مدح نہیں ہوتا جتنا کہ ہاتھ روکنا حضرت امیر علیہ السلام چونکہ غالب من کل غالب کے خطاب
سے بہرہ یاب تھے۔ لہذا جیسا غلبہ اُن کو صف جنگ میں افواج مخالفین پر حاصل تھا اسی طرح
اس قدرتی مادہ شجاعت پر غالب ہو کر تحمل کرنے کے عادی تھے غالب من کل غالب کے یہ ہی
معنی ہیں کہ ہر حالت میں غلبۂ تام حاصل ہو چونکہ بوقت بیعت طلبہ خلفاء سے جنگ کرنا یقیناً اسلام
ظاہری کی بنیاد کا اکھاڑ ڈالنا تھا لہذا آپ نے عامل بوصیت نبی ہو کر وہ استقلال دکھلایا جو کہ انتہا
کا قابل تعریف سمجھا گیا اگر حضرت امیرؑ کا اسوقت جنگ نہ کرنا لائق مدح نہیں ہے تو رسالتمآب صلی اللہ علیہ و
آلہ کی وہ دعائیں جو موفق بہ صبر ہونے کے کی گئی تھی عبث سمجھی جائے گی قصہ کوتاہ اگر فاضل
مخاطب تھوڑی دیر کے لئے زانوئے انصاف پر سر جھکائیں گے تو وہ سیاہ دھبے جو کہ حدیث
میں موجود ہیں سوائے ثلاثہ کے کسی دوسری صورت پر نمایاں بتائیں گے مبتش برین منیت کہ
حضرات خلفاء کی بسر نبکر جناب مخاطب یہ فرما دیویں کہ جن لوگوں کو نبی نے مکار و فریبی و دین خدا
سے برگشتہ ہونیوالا بیان فرمایا ہے یہ عائشہ و معاویہ واخوا بہم ہیں نکہ خلفاء ہمکو ان دو پیشوائے
اہل سنت کے لے لینے میں کوئی تامل نہیں ہے۔ مگر صرف اسقدر کہ جنگ عائشہ و معاویہ کو خطائے
اجتہادی باصطلاح اہل سنت کہا جاتا ہے۔ تعجب ہے کہ جو لوگ حسب ارشاد نبوی دنیا
طلب و مکار و فریبی و مال میراث کھانے والے ہوں انکو نصیبۂ خطائے اجتہادی ثواب کا
ایک نمبر دیا جائے نیز حضرت علیؑ نے ان لوگوں سے خوب خوب جنگ کی ہے۔ گروہ مذکور سے
حضرت علی کا معرکہ پرداز ہونا اُس وعدہ کے بالکل خلاف ہے جو کہ رسول مقبولؐ سے بایں الفاظ
کیا تھا کہ میں چھوڑوں گا اُس کو اور اُس چیز کو جس سے وہ رغبت کریں گے ملکہ میں اختیار کروں

گا اللہ اور اُس کے رسول کو اور صبر کروں گا مصائب پر اس بات سے صاف ظاہر ہو گیا کہ جن
لوگوں نے حضرت علی کے سامنے مال میراث کو کہا یا دین خدا کو مکر و فریب کا جال بنایا اندر آپ
نے عامل بوصیت ہوتی ہو کر اُن سے کوئی تعرض نہ کیا وہ بے شبہہ ثلاثہ کرام کے سوا کوئی اور
نہ تھا شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفا میں لکھتے ہیں کہ ایک روز علی مرتضیٰ نے نبی کریم کو دیکھا کہ
تخلیہ میں بیٹھے ہوئے آہ آہ کر کے دم سرد بھر رہے ہیں حضرت امیرؑ نے عرض کیا کہ حضور
خدانخواستہ طبع اقدس پر کیا ملال طاری ہوا جو ایسے مورد آلام ہیں حضرت نے فرمایا کہ یا علی میرا
رونا تمہاری اس حالت پر ہے جو کہ بعد ہماری وفات کے اعدائے جور سے واقع ہونے والی
ہے اے علی لوگوں کی طبائع میں مادہ حسد مثل آب دیگ جوش مار رہا ہے میری زندگانی
اُن کے برے ارادوں کو روکے ہوئے ہے۔ جبکہ ہم دنیا سے اُٹھ جائیں گے تو وہ تمہارے ساتھ
جابرانہ حرکات سے پیش آئیں گے آپ نے عرض کیا کہ یا حضرت اُس وقت فتنہ و بلا خیز میں میرا
دین تو سلامت رہے گا جناب نے فرمایا کہ بفضلہ تیرے دین کو ضرر نہیں وہ ہر حالت میں اپنے
اعتدال پر رہے گا ولی اللہ صاحب نے اس موقع پر عبارت طولانی لکھی ہے بنظر اطمینان ناظرین
اُسکا حصہ آخر نذرانہ قلم کرتا ہوں قال علی ما یا رسول اللہ ما یبکیک فقال صغاین منی صدور
اقوام لا یبدونہا لک الا من بعدی قال قلت یا رسول اللہ فی سلامۃ من دینی
قال فی سلامۃ من دینک ۔ قسطلانی شارح بخاری نے جلد دہم میں بہ صفحہ ۱۰۳۷ لکھا ہے کہ
آنحضرت نے فرمایا کہ بعد میرے امت فتنہ برپا کر کے حقوق اہلبیت ضبط کرے گی ۔ علاوہ بریں شاہ
عبد الحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں بذیل ذکر وفات سید کائنات لکھتے ہیں کہ منجملہ دیگر وصایا
کے آنحضرت نے جناب امیرؑ کو ایک یہ بھی وصیت کی تھی کہ دیا علی بعد از من بسبب مکروہات زمانہ
بتو خواہد رسید باید کہ دلتنگ نشوی و چوں بینی کہ مردم دنیا دنیا را اختیار کردند تو دین را اختیار
کنی و راہ صبر پیش گیری ۔ اسلامی تاریخوں کو ہاتھ میں لیکر جب حضرت مخاطب اُن لوگوں کے نام
تلاش کریں گے کہ جن کے دلوں میں حضرت امیرؑ سے غبار بھرا ہوا تھا اور جنھوں نے امور مکروہ

کا نقشہ حضرت امیر کو دکھایا اور انھوں نے اُن خلفا دوں پر صبر فرمایا سوائے حضرات ثلاثہ
کے کسی کے نام پر انگلی نہ رکھ سکیں گے۔ کیونکہ جن کے اوقات حکومت میں حضرت امیر نے سر تسلیم
خم کر کے گوشہ نشینی اختیار کی تھی یہ وہ ہی زمانہ ہے جس میں پیشوایان اہل سنت حضرات شیخین
وغیرہ مسند آرائے حکومت رہے تھے ذی علم مخاطب انصاف فرمائیں گے کہ جن لوگوں نے بعد آنحضرت
باستحقاق ناجائز دین کو ترک کر کے دنیا کو جائے قرار بنا دیا تھا وہ بالکل دنیا کے بندے تھے
دین سے اُنکو مطلق سروکار نہ تھا اور اُن کا یہ فعل دنیا طلبی ایسا بُرا تھا کہ حضرت امیر اُسکو مکروہ سمجھتے
تھے۔ اگر ترک جہاد پر وصیت ہوتی تو بالضرور جنگ کرتے کیونکہ راہ صبر پیش گیری سے سوائے
ممانعت قتال اور کوئی معنی پیدا نہیں ہو سکتے۔ اگر کہا جائے کہ یہ وصیت تو اصحاب و باغیان شام
سے علاقہ رکھتی ہے اور حضرت علی کو اُن کے مقابلہ میں امر بہ شکیبائی کیا گیا تھا۔ تو اُن کے سامنے
جناب امیرؑ نے خوب خوب تلوار کو چمکایا اور بڑے بڑے نامی شامی آتش ذوالفقار سے کباب
کر دے گئے بلکہ جب روایات مندرجہ صحاح ستہ و دیگر کتب مدعیان حضرت علیؑ بہ حکم نبوی ناکثین
و مارقین و قاسطین یعنی طلحہ و زبیر و عائشہ و معاویہ و خوارج کے مقابلہ میں مامور بہ جہاد تھے چنانچہ
حضرتؐ نے فرمایا ہے کہ ہمارا جہاد کفار سے تنزیل قرآن پر ہے اور یا علی تمہاری جنگ مسلمانوں
سے اسکی تاویل پر ہو گی۔ بعد اظہار واقعات بالا ابوہ وجوہات دکھلائی جاتی ہیں جو کہ حضرت
امیرؑ کے لئے عقلاً مانع جدال تھیں اس کی اصلیت یہ ہے کہ خلفاء نے اہلبیت نبوی سے مخالفت
کر کے اصول دین کو تو پہلے ہی کھو دیا تھا نبی کو جلسہ بیہودہ کہا بوقت میں تنگ کیا عدل کے
منکر ہوئے امام واجب الاطاعت کے گھر پر آگ اور لکڑیاں لیکر چڑھ آئے قرآن کو ٹکڑے کر کے
جلا دیا۔ مگر یہ خیال جاہ و ثروت و توسیع سلطنت اسلام کے شعار ظاہری یعنی فروع دین
مثل تاکید نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ و جہاد و تزئین مساجد و تعیین امام جماعت و اخذ صدقات
و جمعہ و جماعت وغیرہ ہا کو بہ شدت کرتے رہے۔ جس سے بہ بہانہ رواج اسلام دم بدم زور
پکڑتے اور بلاد کفار زیر ریاست لاتے رہے اصول مذہب یعنی اقرار وحدانیت و عدل و نبوت

وغیرہ اعتقادی وامر قلبی ہے جسپر سوائے مقلب القلوب کے کوئی آگاہ نہیں ہوتا اور فروع یعنی نماز و روزہ و حج و زکواۃ وغیرہ ایسے ہیں جن میں امداد اعضاء و جوارح و روپیہ کی ضرورت ہوتی ہے اور جسکو عام نگاہیں دیکھ سکتی ہیں۔

اگر خلفاء بہ مثل اصول ترک فروع کرکے کوئی نیا رنگ کھیلتے اور مشرک ظاہری ہوکر مرتد محض بنجاتے تو مخالفت عوام سے کام بگڑ جاتا سلطنت نہ چلتی مگر چونکہ لوگوں کی نظر میں ممتاز ہونا خیال کرکے وہ زہد کا پہلو دبائے ہوئے تھے اور جہاد کی آڑ لیکر بہ نظر ترقی سلطنت وسعت اسلام میں کوشاں تھے۔ لہذا اگر حضرت امیرؑ ان سے اسوقت کوئی جنگی کارروائی کرتے اور اپنے حقوق تلف شدہ کی واپسی میں کوشاں ہوتے تو وبائی ارتداد پھیل کر بنیاد اسلام کو ایسا ڈھیلا کرتی کہ حضرت ایمان مکہ شریف ہی کی گلیوں میں اسطرح غائب غلہ ہوجاتے کہ جیسے بنارس کے کوچوں میں دھوپ کا پتہ نہیں لگتا بلاد بیرون کے لوگ سمجھ جاتے کہ محمد نے ایک دین تازہ جاری کرکے اپنی ہوا باندھنی چاہی تھی۔ مگر چونکہ سچا معاملہ نہ تھا لہذا مقلدوں میں دھول دھپہ ہوکر دب دیا گیا حضرت امیرؑ نے اسلام پر بڑا احسان کیا کہ اسوقت باتباع وصیت نبوی ذوالفقار پر ہاتھ نہ ڈالا۔ حضرات اہلسنت خلفاء کی فتوحات و توسیعات ملکی سے خوشدل ہوکر بجائے خود غرہ کناں ہوتے ہیں کہ اگر وہ لوگ حق پر نہ ہوتے اور سچے دل سے اسلام کی ہواخواہی نہ کرتے تھے تو ان کے وقت میں یہ ترقیات کیوں ہوئیں ایسے خیال کرنیوالے کو سوچنا چاہیے کہ دین اسلام کی تائید مرد فاجر سے متعلق کی گئی ہے چنانچہ بخاری شریف کی جلد پنجم میں بصفحہ ۲۴۱ حدیث صحیح موجود ہے کہ ان اللہ لیوئید ھذا الدین بالرجل فاجر یعنی خدا مدد کرے گا اسلام کی ایسے شخص کے ذریعہ سے جو کہ خود ناہنجار و بدکار ہوگا۔ سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد مولفہ محمد بن یوسف شافعی میں ہے کہ خدا اس دین کی تائید ان سے کرائے گا جو کہ بیدین ہونگے۔ قدرت خدا قابل تماشا ہے کہ انھیں لوگوں کی نسلوں سے جنکو خلفاء نے جادۂ اہلبیت سے منحرف ہونے کی تعلیم دی تھی اور عداوت خاندان رسالت پر برانگیختہ کیا تھا

پھوٹ پھوٹ کر مطیع اہلبیت ہوتے جاتے ہیں اس سے بھی عجیب تر یہ ہے کہ خود حضرات خلفاء کی اولاد و احفاد نے رنگ تشیع قبول فرمایا ابتدا میں تمام خلایق سنی تھی اور محب اہلبیت قدر قلیل اب کا غذات مردم شماری پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ہندوستان میں لاکھوں شیعہ گورنمنٹ عادل کے زیر سایہ پیر پھیلا کر استراحت فرمائے قالین عافیت ہیں ایران میں جتنے آدمی ہیں سب شیعہ۔ خارجی مثل بقیہ شیطان مفقودعین ورو س شیعہ لوگوں سے بھرا ہوا ہے دارالسلطنت روم میں ایک کثیر جماعت شیعہ موجود ہے۔ ترکستان وہزارا و برمو ایمان آل رسول سے معمور نظر آتا ہے۔ ہر وقت کے مصالح جداگانہ ہوتے ہیں۔ کبھی ایک بہادر تلوار سے کام لیتا ہے گاہے وہی مرد نامی گردن جھکا کر چلتا ہے۔ دیکھیے سورہ تحریم میں حکم محکم موجود ہے یا ایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین یعنی اے نبی کفار و اہل نفاق سے جہاد کرو مگر آنحضرت نے سوائے کفار کے منافقین سے جو کہ بہ حیثیت اسلام آپ کے لشکر میں تھے جنگ نہیں کی جن منافقین نے لیلۃ العقبیٰ میں آنحضرت کے قتل کا ارادہ کرکے سرکوہ سے پتھر ڈھلکائے تھے اُن کی نسبت بعض صحابہ اخیار نے حضرت کو رائے دی تھی کہ ان اہل غدر و نفاق کو قتل کرکے اسلامی دنیا کو مفاسد آیندہ سے پاک فرما دیجئے۔ حضور انور نے فرمایا کہ مجھکو حجاب معلوم ہوتا ہے مخالفین اسلام کہیں گے کہ جن لوگوں کو ساتھ لیکر محمد نے جہاد کیا اسلام پھیلایا اب وہ ہی قتل کیے جانے لگے۔ ان کو بحال خود چھوڑ دے دیتا ہوں لیلۃ العقبیٰ میں جن لوگوں نے حضرت کی ایذا رسانی کا ارادہ کیا تھا اُن کے نام حذیفہ کو آنحضرت نے بتائے تھے چنانچہ شاہ صاحب تحفہ میں لکھتے ہیں (کہ وہ امین اسرار و صاحب علم المنافقین تھے) حضرات اہل سنت کی کتب ذیل میں یہ واقعہ لکھا ہے تفسیر معالم التنزیل صفحہ ۱۲۴ و ۱۴۱ احیاء العلوم امام غزالی جلد چہارم صفحہ ۸۸ سیرۃ المحمدیہ صفحہ ۵۶۳ تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ ۶۸۶ و ۶۸۷ تاریخ خمیس جلد دوم صفحہ ۱۳۹ سیرۃ الحلبیہ جلد سوم صفحہ ۲۰۰ شواہد النبوۃ ملا جامی صفحہ (۱۰۸) کہ حضرت عمر بروایات اہل سنت حذیفہ سے پوچھا کرتے تھے کہ میرا نام تو ذیل منافقین تمہاری یادداشت

میں پیغمبر صاحب نے نہیں لکھا یا ہے حذیفہ نے جواباً عرض کیا کہ میں امین راز ہوں انکشاف خلاف امانت ہے لیکن (انت اعلم بنفسک) تم اپنی نفسانی حالت سے بخوبی آگاہ ہو اگر اس روز آپ شریک جماعت مفسدین ہوکر ازارہ ختم المرسلین ہوئے ہیں تو بے شبہ منافق ہیں بصورت دیگر ہرگز نہیں اسکو مجھ سے نہ پوچھو خود امتیاز کرلو حضرت عمر کے قرینہ استفسار اور جناب حذیفہ کے انکار سے نہایت شک پیدا ہوا۔

عقلا غور فرمائیں کہ اگر فی الواقع حضرت عمر شریک جماعت منافقین نہ تھے تو ان کے پیٹ میں یہ کھلبلی کیوں پڑی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ آنحضرت کو جنرل اسمار منافقین میں صحیح القول نہ سمجھتے تھے اگر جانتے تو کیوں پوچھتے۔ کیا یہ اعتقاد عمر صاحب نبی ایسے تھے کہ مومن کو منافق بتلا دیویں اس پوچھا پاچھی سے صاف ظاہر ہوگیا کہ وہ بالضرور ان لوگوں کے سردار تھے جو کہ شب مذکور میں آمادہ آزار سید ابرار ہوئے تھے۔ آزاد دبے بوٹ کبھی در پے تجسس وتفتیش نہیں ہوتا ملزم البتہ دیکھ بھال کرتا رہتا ہے۔ حذیفہ صاحب کا گول جواب دینا اور بھی تشویش دلانیوالا ہے اگر فی الواقع حذیفہ کی یادداشت میں آنحضرت نے جناب عمر کا اسم سامی نہ لکھایا تھا تو وہ صاف کہدیتے کہ اے جناب آپکو کیا وہم ہوا حضور نبی کے مصاحب خاص ہیں آپ کی صاحبزادی محل میں داخل ہیں یہ کب ہوسکتا ہے کہ کوئی سسر داماد کا قتل کرنا یا کرانا چاہے آپ مطمئن رہیں اتنی بات کہنے سے حذیفہ کی امانت پر خیانت کا دھبہ نہ لگ سکتا تھا۔ ہاں اگر کسی ایسے شخص کو اطلاع دی جاتی جسکا نام فرد منافقین میں درج تھا تو الزام افشاء راز قایم ہوسکتا تھا معلوم ہوتا ہے کہ جناب حذیفہ نے ایک برادر مومن کو صاف بات نہ کہنے سے ہمیشہ کے لئے مبتلائے خلجان کیا یہ ہی وجہ تھی کہ بہ اعتبار کیفر کردار انکو اپنی منافقت کا یقین کامل ہوگیا تھا چنانچہ امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا باللہ یا حذیفۃ انا من المنافقین یعنی خدا کی قسم اے حذیفہ میں از جملہ منافقین ہوں الحاصل اگر جناب رسول منافقوں سے جنگ کرتے تو علی بھی تلوار پر ہاتھ ڈالتے۔ سکوت مرتضوی تابع

کردار مصطفوی ہے آنحضرت بحکم آیہ ماموربہ جہاد تھے مگر یہ مصلحت نہ کیا حضرت امیرؑ حسب روایات مندرجۂ کتُبِ اہل سنت مصرحۂ بالا ممنوع از جنگ تھے وہ کیونکر کرتے۔ اسجگہ معترض گنجایش کلام پیدا کرسکتا ہے کہ ہرگاہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ بحکم آیۂ یا ایہا النبی جاھد الکفار والمنافقین جہاد اہل نفاق پر جو کہ طایفۂ اسلام سے تھے مامور فرمائے گئے تھے اور آپ نے جنگ نہیں کی تو لازم آیا کہ احکام خدا کی پوری پابندی نہیں کی گئی۔ تعمیل اسیوقت ہوتی جبکہ آپ مثل کفار منافقین کو بھی داخل دارالبوار فرماتے۔ میرے رائے ناقص میں اہل اسلام سے یہ اعتراض پیش کرنیکا کیسکو منصب نہیں ہے کیونکہ جملہ مسلمان چہ شیعہ و چہ سنی اپنے اپنے عقائد کے موافق اقرار نبوت کرتے ہیں البتہ منکران نبوت آنحضرت جنکو ہر وقت خدام ختمی مرتبت پر نکتہ چینی کرنے کا خبط رہتا ہے ایسے پہلو نکال سکتے ہیں سو اُسکا جواب فریقین پر یکساں ہوگا میں نہیں کہہ سکتا کہ منجانب حضرات سنیہ اسکا جواب کیا دیا جائے گا لیکن شیعہ کی طرف سے حقیر عرض کرتا ہے اور غالباً مخاطب اور اُنکے اہل مذہب کو بھی اس جواب کی شرکت میں کوئی عذر نہوگا تمام مسلمانان کے عقاید کے موافق نبی صلعم اور اُن کی ذرّیت طاہرہ کی پیدایش ایک نور سے ہوئی ہے اور سب کے سب مجملاً و منفرداً اجرائے نبوت میں آنحضرت کے شریک ہیں چنانچہ حسب روایات فریقین آنحضرت نے جناب باری سے التجا کی کہ اے پروردگار اخی موسیٰ کو تو نے ہارون سے قوت دی اور مجھکو علیؑ کی وزارت سے تقویت دی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بہ صلۂ معاونت رسولخدا علی قرآن میں نفس نبی کہے گئے ہمیشہ اسلام و بانی اسلام کی نصرت میں کوشاں رہے بوقت ہجرت آنحضرت آپ کے فرش خواب پر پیر پھیلا کر سوئے تمام معارک و مجاہدین سینہ سپر رہے۔ بیر العلم میں نہایت پُر دلی سے بند قبا سمیٹ کر کود پڑے آنحضرت نے بحق جناب مرتضوی پہلے ارشاد فرما دیا تھا کہ اے علی ہماری جنگ کفار سے تنزیل قرآن پر ہوگی اور تم مسلمانوں سے اُس کی تاویل پر لڑوگے نیز یہ بھی فرما دیا حربک حربی (یعنی تمہاری اور میری جنگ ایک ہے۔ پس جن لوگوں سے حضرت امیرؑ نے جنگ کی وہ منافقین اُمت تھے علی مرتضیٰ کا لڑنا اہل نفاق سے ایسا ہی تھا جیسا کہ خود نبیؐ کا ہوتا علی نے اہل عذر و نفاق

کو تہ تیغ کرکے نبی کو آیۂ موصوفہ پر عمل کرنیوالا ثابت کرادیا اسجگہ مخاطب فرما سکتے ہیں کہ بی بی عائشہ و معاویہ و طلحہ و زبیر و ابو موسیٰ اشعری وغیرہا سے جناب امیرؑ نے جنگ کی ہے اگر منافق ہیں تو وہ لوگ ہیں خلفاء ثلاثہ کو ملزم بہ نفاق کیوں کہا جاتا ہے۔ اگر ثلاثہ منافق ہوتے تو حضرت امیر اُن سے بھی جنگ کرتے چونکہ فیمابین کوئی جنگی کارروائی نہیں ہوئی لہذا سمجھا گیا کہ وہ بزرگوار ارباب نفاق سے نہ تھے۔ اسکا جواب مفصل و مشرح اوپر عرض کیا گیا ہے کہ آنحضرتؐ نے بہ مصالح چند در چند جناب امیر کو ثلاثہ سے جنگ کرنے کی ممانعت فرمائی تھی بعد وفات رسول حضرت امیر کا ثلاثہ سے جنگ نہ کرنا اور حضرت عائشہ وغیرہ سے لڑنا اسبات کا ثابت کرنے والا نہیں ہے کہ جن سے حضرت امیر لڑے وہ ہی منافق تھے اور جن کے مقابلہ میں آپ نے سکوت فرمایا وہ صفات منافقین سے موصوف نہ تھے جناب امیر کے حالات بالکل رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ کے معاملات سے وابستہ ہیں جو واقعات کہ حضور انور سے پیش آئے وہ ہی حضرت علی سے روبکار ہوئے آنحضرت نے ۲۳ سال تک نبوت کی ابتدائی دس سالوں میں جبکہ یار و انصار نہ تھے اپنی نبوت کا اعلان کرکے زبانی مواعظ سے کفار کا مقابلہ کیا اور جبکہ قوت بہم پہنچگئی اور سرفروش و جاں نثار داخل اسلام ہوگئے تو پچھلے ۱۳ سالوں میں گرم پیکار ہوئے یہ ہی حال اُن کے نفس ناطقہ حضرت امیر کا ہے بوجہ قلت اعوان و وصیت رسول آپ نے ابتدائے زمانہ میں ثلاثہ سے جنگ نہ کی اور اپنی حقیت کا حسب اقتضائے وقت اعلان کرتے رہے اور اُن لوگوں کو اپنے اوضاع و اطوار و طرز عمل سے باور کرادیا کہ میں تمکو جھوٹا اور دغا باز و خائن و آثم جانتا ہوں۔ مقدمہ خلافت میں حضرت اول سے خوب خوب بحث کرکے اپنا ذیحق ہونا ثابت کیا معاملہ ہبۂ فدک میں بہ طرفداری سیدہ گواہی دی نزاع وراثت میں بہ ثبوت ترکۂ انبیاء قرآن سے احتجاج کیا جہاد کی دو قسمیں ہیں ایک زبانی دوم سنانی۔ عائشہ و معاویہ سے جب جناب امیر علیہ السلام لڑے تھے اسوقت بوجہ تعلقات خلافت ظاہری اُن کے پاس فوج کثیر بھی میدان جنگ

قومی اور تعلیم یافتہ سپاہ لا سکتے تھے جیسا کہ لائے مثلاً نہ کے زمانہ میں چونکہ آپ کا کوئی مددگار
نہ تھا اور محض بے یار و مددگار رہتے تھے بنر وصیت صبر و شکیبائی مزید برآں تھی لہٰذا اپنے مخالفوں کے
ساتھ وہی معاملہ کیا جو کہ بیکس بادشاہ کو باغی لوگوں سے کرنا چاہیئے تھا۔ جس گروہ سے ابتدائے
نبوت میں نبی صلعم نے بوجہ عدم موجودگی انصار جہاد زبانی کیا اگر وہ کافر تسلیم نہ کیئے جائیں تو وہ
لوگ بھی منافق نہ کہے جائیں گے جن سے حضرت علی نے جنگ نہیں کی یہ نہیں ہوسکتا کہ جس
گروہ سے نبی زبانی مخاصمہ کریں وہ کافر ہوں اور علی کے مدمقابل مومن مان لیئے جائیں
حضرات اہل سنت کا یہ صرف دھوکا ہے کہ علی شیر خدا اور غالب من کل غالب تھے وہ ہر طرح کی
قدرت رکھتے تھے میں عرض کرتا ہوں کہ علی کو جسقدر مدارج عالی ملے اور ید اللہ و شیر خدا کہلائے
وہ سب بطفیل آنحضرت اند منصورت نبی علی سے ہر صفت میں اعلیٰ و اکمل تھے وہ ابتدائے نبوت
میں کیوں ایسے مغلوب کفار ہوئے کہ سرپاک پر آب نجس ڈالا گیا گندہ چیزوں کے ٹوکرے پھینکے
گئے ۔ گھر سے بے گھر ہوتے غار تنگ و تار میں پوشیدہ ہوئے مدت تک (لکم دینکم) کہا کئے
اس سے بالاتر عرض کرتا ہوں خدا نے ایسے لوگ ہی کیوں پیدا کئے جنھوں نے وجود خالق
سے انکار کے اپنے خدا ہونیکا دعوے کیا اور ہزار طرح کی تمردی و سرکشی کی ۔ اصلیت یہ ہے کہ
خدا نے دنیا کو دار امتحان بنایا ہے اور بواسطہ اولیا و انبیا و عقول صحیحہ ہر نیک و بد بات کو
واضح فرما دیا ہے تاکہ حجت خداوندی ختم ہو جائے اور بروز باز پرس کیکو چون و چرا کرنیکا
موقع نہ رہے ۔ علی ہذا حضرت امیر پر یہ الزام قایم نہیں ہوسکتا کہ انھوں نے بہ امداد قوت خدا
داد منافقوں اور بدکاروں کو صفحہ ہستی سے کیوں نہ مٹا دیا ۔ مخاطب منصفانہ توجہ فرمائیں جبکہ
آفتاب رسالت غروب ہو کر ملک عرب نمونہ ظلمات بنا تھا اسوقت مسلمانوں کی ایمانی حالت
کیا تھی اسکا اندازہ صرف ان دو باتوں سے کر لیجیے بوقت ترمین لشکر اسامہ صحابہ نے جنگ
پر جانے سے باہر قدم نہ نکالا جبیر آپ حضرت کو حسب اندراج ملل و نحل لعن اللہ کہنا پڑا
ہدایت امت کے لیئے جو آنحضرت کاغذ لکھنا چاہتے تھے اسکا نہ لکھنے دیا بلکہ اُن کو ہذیان

گو کہ نماز جنازہ نہ پڑھی میت کو بے کفن و دفن چھوڑ دیا اگر اسوقت حضرت امیر امادہ قتال ہوتے تو اسلام کا انتظام ظاہری بگڑ جاتا ایسے مسلمانوں کا دین سے پھر جانا کیا بڑی بات تھا۔ تھوڑا سا بہانہ اُن کو کفرستان کی سیر کرا دیتا کتاب مغازی میں لکھا ہے کہ جب بروقت شورے جوکہ بحکم جناب عمر اُن کی وفات کے بعد کیا گیا تھا حضرت امیر سے درباب خلافت گفتگو ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ میں ہر وقت مستحق خلافت تھا اگر رحمۃ للعالمین کی وصیت اور خوف برہمی اسلام نہوتا تو لوگ معلوم کر لیتے کہ ابو قحافہ کیونکر حکمراں ہوتا میں نے صبر کیا اور اب بھی وہی راہ اختیار کرتا ہوں اور یہ ہی طریقہ میرے لئے اعلیٰ و افضل ہے دیکھو کتاب حدیث طیر مؤلفہ جناب مولانا مولوی حامد حسین صاحب مرحوم اخطب خوارزم نے کتاب مناقب میں لکھا ہے۔

عن جابر بن ابی ثعلبۃ قال سمعت علیًا یقول بایع الناس ابابکر وانا واللہ اولی بالامر منہم واحق بہ منہم فسمعت واطعت مخافۃ ان یرجع القوم کفاراً یضرب بالسیف رقاب بعضہم ثم بایع ابوبکر لعمر وانا اولیٰ بالامر منہم فسمعت واطعت مخافۃ ان یرجع الناس کفراً جابر بن ابی ثعلبۃ کہتے ہیں کہ میں نے علی کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے جبکہ لوگوں نے ابوبکر سے بیعت کی تو میں اولے واحق والیق تھا امامت کے لئے لیکن میں نے محض اس خیال سے اُن کی سماعت اور اطاعت اختیار کی کہ مبادا عرب کافر ہو کر ایک دوسرے سے جنگ و قتال نکریں بعد ازاں ابوبکر نے عمر کو متولی کیا حالانکہ اس عہدہ جلیلہ کا میں ہی مستحق تھا مگر پھر میں نے اس خوف سے راہ اطاعت اختیار کی کہ مخالفت کرنے سے عرب اپنے کفر قدیم پر لوٹ جائیں گے۔ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں حضرت امیر کا ایک قول نقل کیا ہے اسکا اردو میں مطلب بیان کرتا ہوں حضرت علی نے فرمایا جبکہ سرورکائنات علیہ الصلواۃ والسلام نے وفات پائی تو قریش نے اپنی خودرائی سے ہم پر مبادرت کی اور ہمارے حقوق کو لے لیا جس کے ہم ہر عنوان سے مستحق تھے پس ہم نے صبر و شکیبائی سے کام لیا کیونکہ اگر ہم ایسا نہ کرتے تو عرب میں خونریزی ہو جاتی لوگ تازہ مسلمان تھے اسوقت اسلام کی

یہ کیفیت تھی کہ جیسا شیکرہ میں مسکہ ہوتا ہے جو کہ ادنی فساد سے فاسد اور تھوڑی تحریک تکان سے کاسد ہو جاتا ہے وہ لوگ متولی امر اسلام ہو گئے جنھوں نے اپنے کام میں کوشش کا کوئی درجہ اُٹھا نہیں رکھا غرضکہ حضرت امیرؑ کا ثلاثہ سے مثل معاویہ و عایشہ وغیرہ جنگ نہ کرنا اُن صاحبوں کے محق یہ خلافت ہونے پر دلالت نہیں کرتا بلکہ حضرت امیرؑ کی اسمیں انتہائی تعریف سے ہوتی ہے کہ آپنے باوجود صولت و شوکت محض بدرد اسلام پابند وصیت نبوی ہو کر ذوالفقار کو ہاتھ نہ لگایا خلفاء کے وقت میں جو فتوحات ہوئی ہیں اور ممالک غیر میں گوشت خور مسلمان پیدا ہو کر دامن اسلام پر بدنما دھبہ لگانے والے ہوئے ہیں اس سے اکثر لوگوں کو ثلاثہ کے ذیحق ہونیکا واہمہ بلکہ یقین ہو گیا ہے۔

بنا برآں اُنکی نسبت عرض کیا جاتا ہے کہ یہ انتظام قدرت ہے کہ مشکوک الایمان لوگوں سے خدانے اصل ایمانی کی نگہبانی کرائی تاریخ دنیا پر نظر کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اکثر بدوں کی گود میں نیکوں نے پرورش پائی ہے۔ فرعون سے جناب موسیٰؑ کی نگہبانی کرائی۔ یزید کے نطفہ سے معاویہ بن یزید پیدا ہوا جسنے حکومت اسلام کو حق آل محمد سمجھ کر اپنا غاصبانہ قبضہ اُٹھا لیا۔ ابوبکر صاحب سے محمد پیدا ہوئے جنھوں نے غایت اختصاص سے حسینؑ ثالث کا خطاب پایا۔ عالمگیر سے نعمت خاں عالی نے عز و وقار پایا تھا جس کی وجہ سے سیکڑوں آدمی شیعہ ہو گئے بقول صاحب تاریخ فرشتہ حاجی پیر محمد خارجی برہان شاہ والی احمدآباد کی خدمت میں شاہ طاہر کو لایا جنھوں نے پہلے پہل ملک ہندوستان میں مشعل دین روشن کی۔ والیان رامپور اکثر مومن پاک گذرے ہیں مگر بعض مصالح سے اظہار عقائد نہ کر سکتے تھے اسی گھر میں خدا نے وہ دُرِ یگانہ پیدا کیا کہ جسنے باپ دادا کے نام کو روشن کر کے اس جگہ کہ جہاں آئمہ کا نام لینا جرم تھا اشہد ان امیر المومنین کے نعرہ سے خوارج کے دلونکو پاش پاش کر دیا اسیطرح ایمان حقیقی بذیل اسلام عرفی ان لوگوں کے زمانہ میں بچارہا فرق اتنا ہوا کہ عام خلایق صاحب ایمان نہوئی اور اسلام مختلف حصوں پر تقسیم ہو کر کمزور ہو گیا اگر سارے آدمی مومن ہو جاتے تو ایمان کا وقار نہ رہتا کیونکہ ہر چیز کی عزت اُسکی ضد سے ہے ایمان کا وقار بے ایمانی کے مقابلہ میں ہی

مذاقاً یہ بھی کہ سکتے ہیں کہ اگر سب مومن ہو جاتے تو شاید بہشت میں شدت کشمکش سے ایسا گلا گھٹتا
کہ جیسے بڑے اسٹیشنوں میں ٹکٹ لیتے ہوئے فشار ہوا کرتا ہے آنحضرت بھی خبر دیگئے تھے کہ منجملہ تہتر
فرقہائے اسلام کے ایک ہی ناجی ہوگا قرآن میں بھی وقلیل من عبادی الشکور ہی آیا ہے
اگر اول ہی اول لڑائی بھڑائی ہو کر اسلام کا خاتمہ ہو جاتا تو آج ہم کیونکر یہ بات سنتے کہ کشن گنج
ضلع پورنیہ میں۔ چار سو دس آدمی مطیع اہلبیت ہوئے۔ پنجاب ضلع گجرات میں ۲۵ گھر قوم اوانکے
معہ زن و مرد خارجی سے شیعہ ہوئے۔ شیخ احمد صاحب دیوبندی مولف انوار الہدیٰ و شیخ حبیب احمد
سہارنپوری و کلو خاں رئیس موضع ہرپال ضلع سہارنپور و شیخ محمد یعقوب بجنوری و احمد خانصاحب لال خانی
رئیس برجرہ ضلع بلند شہر وغیرہ وغیرہ نے دامن اہلبیت مضبوط ہو کر پکڑا۔ قصہ کوتاہ ثلاثہ سے حضرت
امیرؑ کا جنگ نہ کرنا عین حمایت دین تھی۔ عائشہ و معاویہ سے جو آپ معرکہ آرا ہوئے تھے اس
کی وجہ یہ تھی کہ ان اوقات میں آپ مامور بحرب تھے کیونکہ باتفاق سنی و شیعہ
حضرت امیرؑ کو رسالتمآبؐ نے ناکثین و مارقین و قاسطین سے جنگ کرنے کا حکم دیا تھا ہر سہ صفات
بالا کے حامل طلحہ و زبیر و عائشہ و معاویہ و خوارج تھے۔ نیز خلفاء ثلاثہ و معاویہ وغیرہ کو باعتبار
زمانہ و وقت بہت بڑا فرق تھا جو وقت کہ خلیفہ اول متمکن سریر خلافت ہوئے تھے وہ وقت اسلام
کے بچپنے کا تھا آنحضرت کے وقت میں پیدا ہو کر گھٹنوں چلنے لگا۔ معاویہ و عائشہ کے وقت میں پورا
زور پکڑ گیا تھا اکثر ممالک میں اسلام شائع ہو چکا تھا بعض لوگوں کی دو دو پشتیں حالت اسلام میں گذر
گئیں بعض لوگ رسومات اسلام کے خوگر ہو گئے تھے بوجہ امتداد زمانہ اسوقت خوف ارتداد نہ تھا
عہد خلیفہ اول میں بڑا قوی احتمال تھا کہ جنگ ہونے سے وباء ارتداد پھیل کر پامال کن کشت اسلام
ہو جائے گی حضرت امیرؑ کے چند اقوال اوپر لکھ چکا ہوں جنمیں آپنے بالفاظ صاف و صریح فرمایا ہے
کہ اگر مجھکو کفر کے لوٹنے کا خطرہ نہ ہوتا تو ابوبکر صاحب کا دماغ بوئے حکومت سونگھنے سے معطل رہتا
مناسب موقع سمجھ کر کتاب نہج البلاغہ سے جناب امیرؑ کے بعض کلمات کا ترجمہ پیش کرتا ہوں جن کے دیکھنے
سے مخاطب پر واضح ہو جائے گا کہ جنگ نہ کرنے میں حضرت امیرؑ کے کیا کیا مصالح تھے آپ فرماتے ہیں

(جبکہ آنحضرت نے وفات پائی تو لوگوں نے امر امامت میں نزاع کیا بخدا مجکو کبھی یہ خیال نہوا تھا کہ عرب بعد رسول اُنکے اہلبیت کو امامت سے مہجور و دور کریں گے۔ لیکن مجکو نہایت تعجب ہوا کہ فلاں شخص (ابوبکر) پر ہجوم عوام ہو گیا میں نے اپنا دست ہمت کھینچ لیا اور مداخلت جمیع امور سے اعراض کیا تا اینکہ خلایق نے انحراف اختیار کرکے فتنہ و فساد برپا کر دیا اسوقت مجکو اندیشہ پیدا ہوا کہ اگر اسلامی امور کی مداخلت و مشاورت و نصرت و امداد و ہدایت چھوڑ دوں تو رخنہ عظیم اسلام میں پیدا ہو جائے گا۔ جس سے بنیاد اسلام کا انہدام اور دین محمدی کا انعدام لازم آئے گا میرے نزدیک یہ مصیبت سخت تر تھی فوت خلافت اور عنان حکومت کے چھوٹ جانے سے پس میں نے نگاہ حسرت و یاس دیکھا تو کسیکو غمخوار و مونس نہ پایا۔ بجز چند اہلبیت کے میں نے گوارا نہ کیا کہ وہ معرکہ جدال میں قتل ہو جائیں اور نسل ہاشم سے دنیا خالی نظر آنے لگے اسی کتاب کے دوسرے مقام پر فرماتے ہیں فاذا لیس لی معین الا اھل بیتی فضننت بھم عن الموت میرا سوائے اہلبیت کے کوئی معین نہ تھا لیکن میں نے اُنکو موت کے پنجہ سے بچایا مطلب یہ کہ اگر میں تلوار پکڑ کر اُٹھ کھڑا ہوتا تو سوائے اہلبیت میرا کوئی معاون نہ تھا چونکہ اسطرف جم غفیر تھی نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ سب بوجہ قلت نوالہ خنجر و شمشیر ہو جاتے۔

یہ بھی واضح رہے کہ جناب امیرؑ کا محکوم و مغلوب امت ہونا کوئی ایسا عجیب و نادر روزگار معاملہ نہیں جس کی نظیر دنیا میں نہو بڑے بڑے انبیاء اولوالعزم کو ایسے حوادث پیش آئے ہیں چنانچہ جناب نوح علیہ السلام نے کفار نابکار و اشرار ناہنجار سے تنگ آکر فرمایا۔ رب انی مغلوب فانتصر یعنی خدایا مجکو ارباب شقاوت نے مغلوب کر دیا پس تو اپنی رحمت واسعہ سے میری مدد کر تا شر در معاندین سے نجات حاصل کروں جبکہ ایسا نبی جس نے نو سو اور بقولے گیارہ سو برس تک دنیا میں زندگانی کی اور جبکہ تمام مخلوقات الٰہی انسان و حیوان کا آدم ثانی تھا زمانہ دراز تک مغلوب تمام و کفار نافرجام رہا تو حضرت امیرؑ کے باب میں کیا استبعاد لازم آتا ہے جناب ابراہیم علیہ السلام نے قوم کفار سے فرمایا واعتزلکم وما تدعون من دون اللّٰہ یعنی تم سے اور تمہارے دین سے

کنارہ کشی و گوشہ نشینی اختیار کی حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا ہے لو ان لی قوۃ اگر مجکو توت
مدافعت کفار ہوتی تو سب کو غارت اور برباد کر دیتا جناب موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے ففرت
منکم لما خفتکم یعنی میں نے غلبہ کفار سے فرار اختیار کیا مطلب یہ کہ بحدے تنگ ولاچاری واقع
ہوئی کہ بالآخر عزلت گزین ہونا پڑا۔ حضرت ہارون نے قوم موسوی سے تنگ آکر حضرت موسیٰ سے
عرض کیا یا ابن ام ان القوم استضعفونی وکادو یقتلوننی اے بھائی اس قوم جفا کار نے
مجکو مجبور و ناچار کر دیا اور میرے قتل کا ارادہ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دار پر کھینچ دیا۔ صدہا انبیا کو
ناحق شہید کر ڈالا۔ پس اگر علی مرتضیٰ سے بھی قوم نے کجروی کی تو کوئی امر جدید و تعجب خیز نہیں معلوم ہوتا
تمام عرب حضرت امیرؑ سے برگشتہ تھا۔ چنانچہ شاہ عبد الحق محدث دہلوی رسالہ تکمیل الایمان میں لکھتے ہیں
از امام شافعی پرسیدند کہ علت نفرت خلایق و عدم اجتماع ایشاں بہ حضرت مرتضیٰ چہ باشد گفت
آنکہ وے در اظہار حق بروے کسے نمی دید و از ہیچ احدے مبالاتے نداشت و مداہنت نمی کرد
زیرا کہ وے زاہد بود و زاہد را بہ دنیا مبالاتے نباشد و عالم بود و عالم را مواہنت نہ بود
شجاع بود و شجاع را ترس از کسے نبود و شریف بود و شریف را پرواے کس نباشد علاوہ
بریں شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفا کے صفحہ (۵۷) پر لکھتے ہیں دیا بیعدہا نست انچہ بر حضرت مرتضوی
بعد وفات آنحضرت صلعم گذشت تا آخر عمر بہ آں وقائع آنحضرت صلعم اخبار فرمودہ بود و بآ وصول
آں حوادث مطلع ساختہ) پس جناب امیرؑ سے جو امور وقوع میں آئے وہ سب حسب ہدایت پیغمبر تھے
معاملات مرتضوی پر سرسری نظر کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ انھوں نے جمیع امور میں نبی صلعم کی پیروی
و تاسی کی جو جو واقعات آنحضرت کو پیش آئے وہی اُن سے روبکار ہوئے بطور نمونہ چند باتیں
دکھلاتا ہوں۔ رسول مقبول غار میں گئے علی نے گوشہ تنہائی قبول کیا۔ آنحضرت نے مکہ سے
مدینہ میں سکونت اختیار کی نائب نے مدینہ چھوڑ کر کوفہ کو دار الامارہ بنایا۔ حضرت کا مکان
مسکونہ بجبر و قہر مکہ میں لیا گیا جسکو بعد غلبہ آپ نے زیر قبضہ نہ کیا۔ علی سے فدک چھینا گیا ابتدائے
نبوت میں نبی نے (لکم دینکم) فرمایا علی نے بھی صلح و آشتی سے کام لیا۔ پیغمبر نے نبوت سے دس سال بعد

بعد افتتاح باب جہاد کیا اسی طرح حضرت امیرؑ نے بہ فحوائے ارشاد آنحضرت یا علی انک تقاتل بعدی الناکثین والقاسطین والمارقین تلوار کو ہاتھ لگایا جس طرح حُنین میں نبی کو ناکامی ہوئی اسی طرح علی کو صفین میں۔ نبی بروز فتح مکہ مظفر ومنصور ہوئے۔ علی جمل میں غالب آئے حدیبیہ میں جناب رسولخداؐ نے اپنے نام سے انفکاک لفظ نبوت کیا۔ علیؑ نے بہ مقابلہ معاویہ خلیفہ رسول کو قلمزن فرمایا ہے نبی کا کاتب وحی عبد اللہ بن ابی سرح تھا جو کہ بالآخر مرتد ہوا۔ علیکا در باب خلافت ابوموسیٰ اشعری پنچ ہوا جس نے آپ کو خلافت سے معزول کرکے اپنا عقیدہ ظاہر کردیا چونکہ جناب مخاطب کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے از بس حسن عقیدت ہے اور حضرت پیران پیر غوث الاعظم وقطب عالم نے غنیۃ الطالبین میں اُن کی بیش از بیش تعریف کی ہے اور خلفاء صالحین وصدیقین میں اُن کا شمار کیا ہے۔ لہذا اُن کے دو خط پیش کرتا ہوں جن کے معائنہ سے واضح ہوجائے گا کہ یہ اعتقاد جناب موصوف حضرت امیر علیہ السلام شیخین کے ساتھ کیا کیا مراسم رکھتے تھے۔

حضرت معاویہ کا پہلا خط بنام حضرت امیرؑ جس کو ابن ابی الحدید نے نہج البلاغہ میں نقل کیا ہے

فان الحسد عشرة اجزاء تسعة منها فیك وواحد منها فی سائر الناس وذلك انه لم یل امور هذه الامة احد بعد النبی الا وکلهم حسدت وعلی کلهم بغیت وعرفنا ذلك منك فی النظر الشزر وقولك الهجر وتنفسك الصعداء والابطاء عن الخلفاء

حضرت معاویہ لکھتے ہیں کہ اے ابوالحسن اگر حسد کے دس حصہ کئے ہیں تو نو حصہ تنہا تمہاری ذات میں ہیں اور ایک حصہ میں تمام عالم ہے کیونکہ بعد نبی جو شخص متولی امر اسلام ہوا تو اس سے براہ حسد وعناد پیش آئے اور ہمیشہ برسر پرخاش رہے میں خوب جانتا ہوں کہ تم انکو ترچھی اور تند نگاہوں سے دیکھتے تھے اور الفاظ ناسزا سے یاد کرتے تھے۔

دوسرا خط

محمل قیسًا بعثیک لیلا علیٰ حمار و ید لک منی بدی ابنیک الحسن والحسین یوم بویع ابی بکر فلم ندع احدامن اھل البدر والسوابق الا دعوتہم الی نفسک ومشیت الیہم بامرأتک و اولیت الیہم با بنیک و استنصرتھم علی صاحب رسول اللہ فلم یجبک منہم الا اربعۃ اوخمسۃ ولعمری لوکنت محقا لاجابوک ولکنک ادعیت باطلا و لالسنی قوالک لابی سفیان لما حرکک وہمک لو وجدت اربعین ودنی عزم لنا ھضت لعقوم اجب روز ابوبکر کی بعیت واقع ہوئی اسی شب تم اپنی زوجہ کو سوار کر کے لے گئے اور دونوں طرف حسنین کا ہاتھ میں ہاتھ لیا اہل بدر سابقین سے کوئی ایسا نہ تھا جس سے تم نے مدد نہ چاہی ہو اور اپنی بی بی اور فرزندوں کے ذریعہ سے امداد خواہ ہوئے ہو۔ لیکن سوائے چار پانچ شخصوں کے کسی نے قبول نہ کیا قسم مجکو اپنی جان کی اگر تم ذی حق ہوتے تو سب قبول کر لیتے لیکن تم نے دعوے باطل کیا مجکو آپ کی وہ بات نہیں بھولی جبکہ ابوسفیان کی تحریک جنگ پر تم نے کہا تھا کہ اگر چالیس آدمی ہم پہنچ جائیں تو میں مقابلے کو تیار ہوں۔ شاہ ولی اللہ قرۃ العینین کے صفحہ ۱۹۱ پر لکھتے ہیں (باید دانست کہ حضرت مرتضیٰ لا محالہ نصیب او فی داشت از زہد و اخبار زہد وے بسیار صحیح شد و رجحان او بر بسیارے از صحابہ نیز متحقق است اما بہ نسبت شیخین محل تامل است زیرا کہ بے رغبتی بدنیا اعظم آن بے رغبتی ست در خلافت و ایں معنی در صدیق و فاروق بوجہ اتم ظاہر شد) قال ابوبکر واللہ ما طلبتہا فی اللیل والنہار) یعنی نہ طلب کردم اورا نہ بروز و نہ بشب بخلاف مرتضیٰ کہ سعی ہا در طلب انشائے خلافت و استمرار آں بکار برد۔ نتیجہ کلام ولی اللہ صاحب یہ ہوا کہ علیٰ مرتضیٰ کا زہد بہ نسبت دیگر صحابہ کے بڑھا ہوا تھا۔ مگر بمقابلہ شیخین اُن کے زہد کی کوئی حقیقت و وقعت نہ تھی۔ اس لئے کہ علیؑ نے در باب طلب خلافت بہت کچھ سعی کی۔ مگر کارگر نہ ہوئی۔ اور شیخین دنیا سے ایسے آزاد و بے تعلق تھے کہ در باب حصول خلافت کچھ تگ و دو نکی۔ سبحان اللہ کیا انصاف ہے۔ علیؑ اگر اپنے منصب کے حاصل کرنے میں کوشش بلیغ کریں تو دنیا طلب کہلا کر زہد و اتقی میں شیخین سے گھٹے ہوئے رہیں اور خلفائے کو بے غسل و کفن

چھوڑ کر سقیفہ بن انصار سے دست و پنجہ ہوں ۔ مگر بے طمع کہلائیں ۔ بہرحال اکابر اہل سنت کے بیان سے بوجوہ کامل ظاہر ہو گیا کہ سوائے جنگ و جدال حضرت امیر نے ہر طرح سے حصول حکومت میں کوشش کی ۔ غالباً جناب مخاطب تمام واقعات مندرجہ بالا پر نظر کر کے بجائے خود انصاف فرمائیں گے کہ حضرت امیر شیخین کو خلیفہ جائز بجانتے تھے بلکہ اپنی خلافت کے وسایل کی بہم رسانی میں ہر عنوان سے کوشاں تھے اور صف آرائی و معرکہ پیرائی کرنے سے بوجوہ بالا معذور تھے نہایت تشکر یہ کا موقع ہے کہ مخاطب کے سوالات ہشت گانہ کا ایسا معقول جواب دیا گیا ہے کہ جس کو دیکھ کر صرف وہی نہیں بلکہ دیگر اہل سنت بھی مسلک صحیح پر چلنے کے لئے بحکم انصاف مجبور ہو جائیں گے ۔

حسبی اللہ و نعم الوکیل
نعم المولیٰ و نعم النصیر

تمام شد